شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نامور شاگرد رشید

تذکرہ

حضرۃ علامہ محمد عثمان غنیؒ

مرتب

مُفتی ناصِرُالدّین المظاھری

ناشر: جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

نضر اللہ امرءاً سمع مناشیئاً فبلغہ کما سمعہ، فرب مبلغ اوعی من سامع

تذکرہ صاحبِ نصر الباری

علامہ محمد عثمان غنیؒ

مفتی ناصر الدین مظاہری

ناشر
جامعہ عثمانیہ چلمل بیگوسرائے (بہار)

تفصیلات

کتاب: علامہ محمد عثمان غنیؒ
مرتب: مفتی ناصرالدین مظاہری 9358585811
صفحات: ۱۱۲
سائز: ۱۶۔۳۰۔۲۰
کمپوزنگ: محمد عارف مظاہری، سٹی کمپیوٹرز نزد عربی مدرسہ سہارنپور
باہتمام: جناب مولانا محمد عمران قاسمی
طبع اول: جون ۲۰۱۱ء
رابطہ: 09570860989

جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے

انتساب:

حضرت مولانا انعام الرحمن تھانویؒ کے نام!

جن کی شفقتوں

نوازشوں

عنایتوں

اور

ابر باراں

کے چند قطرے اس حقیر پر پڑے

توقلم نے بولنا شروع کر دیا۔

ناصر الدین مظاہری

فہرست مضامین

ابتدائیہ

پیش حرف 17

حرف شیریں 18

حرف خیال 19

حرف ناتمام 22

حصول علم

حرف آغاز 29

مشیت ایزدی 30

غروب آفتاب 31

ابتدائی حالات 32

تعلیم کا شوق 32

تعلیم کیلئے بیوی کا زیور فروخت کر دیا 32

دارالعلوم دیو بند میں داخلہ 33

سند حدیث 33

خدمات

تجارتی مشغلہ 36

علامہ اور علاقہ
بدعت کا خاتمہ 36

تعزیہ داری کا خاتمہ 37

رات ہی رات میں باڑہ گرادیا	38
پوکھرندی میں اشنان پر علامہ صاحب کا ردعمل	39
درس حدیث	40
انداز تدریس	41
تدریسی زندگی	42
مظاہر علوم (وقف) سہارنپور میں تشریف آوری	42
تقرر	43
ششماہی امتحان	44
آپ کی نظر میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کا مقام	45
استاذ کا عکس جمیل	47

تقویٰ اور تدین	50
حضرت مدنیؒ سے عشق	50
خورد نوازی	50
تواضع	51
چائے اور ''وائے''	52
سادگی	52
صبر و شکر	54
علمی رہنمائی	56
کرم نوازی کی ایک اور مثال	57
علمی و عملی تفوق	58

مؤرخین	58
غلطی	59
امام بخاری اور مسئلہ رضاعت	60
شفقت و مروت	60
درجہ بندی: مفید یا مضر؟	61
طلبہ کو نصیحت	62
علمی گہرائی	62
خصوصی موضوع	63
علمی وقار و عظمت کا پاس ولحاظ	63
دنیا کی تین نعمتیں	64

وطن کی محبت	65
ختم بخاری شریف	65
فارغین طلبہ سے خطاب	66
نصر الباری کا اختتام	69
وقت کی قدر و قیمت	69
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں	71
وقت میں بے برکتی	71
مصروف زندگیاں	72
کتابوں کی خریداری کا شوق	73

ہمہ جہت شخصیت 74

کفایت شعاری 75

زہد وقناعت 77

شہرت ومقبولیت 78

تصحیح و پروف ریڈنگ 79

مناظرانہ صلاحیتیں

شرائط مناظرہ 82

فقہ البخاری فی تراجمہ 82

اور مخالف فرار ہو گیا 83

سلوک واحسان

بیعت واصلاح	85
حضرت شیخ الاسلامؒ	85
حضرت فقیہ الاسلامؒ	85
حضرت مفتی عزیز الرحمن بجنوری	87
انداز تربیت	88
معمولات	88
خوبیوں کا مجموعہ	89
تربیت کا ایک اور انداز حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنی	90
حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت مدنیؒ	91

دلچسپ لطیفہ	92

روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

ایکسیڈنٹ	97
بیماری	97
آخری غذا آخری مشروب	100
بہار آخر شد	101
آخری کلمات	102
چند مؤقر واردین	102
تجہیز وتکفین	102

باقیات الصالحات

آئینۂ حقوق	105
التقریر الکافی	106
درایۃ الادب	106

نصر المنعم	107
نصر الباری	108
فیض الامامین	112
نصر الحیات	113
پرچہ سوالات امتحانات	114
جامعہ عثمانیہ	115
اولاد واحفاد	116
کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا	
تعزیتی اجلاس وتاثرات	118
مولانا محمد احکام قاسمی	118
مولانا غیور احمد قاسمی	118
مولانا جمیل احمد مظاہری	119

مولانا محمد عمران قاسمی 119

قاضی ندیم اختر 119

مفتی محمود عالم مظاہری 119

ناصرالدین مظاہری 119

مولانا نثار احمد مظاہری 120

مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی مدظلہ 120

تشکر و امتنان 121

کلام منظوم

موت کی آغوش میں وہ باندھ کر رخت سفر 123

تاریخ رحلت 124

مرثیہ 125

اللہ نے دی ان کو یوں موت دُلاروں میں 126

قطعہ تاریخ وفات 127

عرضِ ناشر 128

ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں
مری انتہائے نگارش یہی ہے

ابتدائیہ

پیش حرف

حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ ناظم مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے خلیفہ تھے، ہر دو بزرگ ہم عمر، ہم عصر اور ہم مزاج وہم مذاق بھی تھے، دونوں حضرات ایک دوسرے کا جس انداز میں اکرام واحترام فرماتے تھے اس سے اکابر کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو علامہ صاحبؒ کی صلاحیتوں اور لیاقتوں پر مکمل اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ مظاہر علوم سہارنپور میں مفسدین نے جب خلفشار پیدا کیا اور بعض اہم اساتذہ یہاں سے چلے گئے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت علامہ صاحبؒ کو پہلی فرصت میں نہ صرف مظاہر علوم آنے کی دعوت دی بلکہ دورۂ حدیث کی اہم کتب کے علاوہ بخاری شریف کا سبق بھی متعلق کیا۔اس وقت سے اخیر تک ہزاروں طلبہ نے آپ کے دروس بخاری ومسلم اور طحاوی وغیرہ میں شرکت کی سعادت حاصل کر کے آج عالم اسلام میں اپنی مادر علمی اور اساتذۂ گرامی کا نام روشن کر رہے ہیں۔

عزیزی مولانا مفتی ناصر الدین مظاہری کی یہ کوشش ان شاء اللہ بارآور ہوگی۔

اللہ تعالیٰ علامہ صاحبؒ کو جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا فرمائے۔

محمد سعیدی عفی عنہ

ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۲۰ / جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حرف شیریں

صاحب زادۂ گرامی جناب مولانا محمد عمران قاسمی

میرے والد ماجد حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور کی حیات مبارکہ مختلف صفات کا مجموعہ تھی، آپ سراپا خوبی تھے، جب تک مدرسہ کی چہار دیواری میں رہتے پورے رعب وجلال کے ساتھ نظر آتے لیکن جب گھر تشریف لاتے تو آپ کا رعب اور دبدبہ یکسر بدل جاتا، اپنے پوتوں یعنی میرے بچوں سے مزاح بھی فرماتے، ان کی معصومانہ مانگیں اور فرمائشیں بھی پوری کرتے، ان کی خوش فعلیوں پر ہنستے بھی اوران کی تربیت کے سلسلہ میں فکر مند بھی رہتے، چنانچہ میرے بیٹے محمد سلمان سلمہ کو اپنے پاس مظاہر علوم میں رکھا تاکہ اس کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دے سکیں، اس سے چھوٹے بچے محمد لقمان سلمہ کو بھی اپنے پاس بلالیا اور دونوں کی پرورش، تعلیم اور تربیت میں خصوصی توجہ مرکوز رکھی۔

آپ جس طرح عوام وخواص میں مقبول ومحترم تھے اسی طرح گھر کی چہار دیواری میں بھی قدر ومنزلت اور عزت وعظمت کی بلندیوں پر فائز تھے۔

میں شکر گزار ہوں جناب مفتی ناصر الدین مظاہری کا جنھوں نے والد ماجد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو حیطۂ تحریر میں لاکر قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

محمد عمران قاسمی
ناظم جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)
۱۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حرف خیال

حضرت مولانا مفتی محمود عالم مظاہری مدظلہٗ

استاذ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

استاذ نا مرشدنا حضرت اقدس علامہ محمد عثمان غنیؒ اپنی گوناگوں صفات اور قابل تقلید وانقیاد خصوصیات کے باعث اِنشاء اللہ تعالیٰ صدیوں یاد رکھے جائیں گے۔

آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، آپ کا علم معیاری، آپ کا تقویٰ مثالی، آپ کا کردار لاثانی، آپ کی خدمات اور کارنامے لافانی، آپ کا درس، آپ کی خانقاہ، آپ کی تصنیفات آپ کی خطابت ہر چیز علوم واخلاص کا گویا ایک ایسا آبشار تھا جس کے چند قطرے حیات جاوداں بخشنے کے لئے کافی ہیں۔ آپؒ اس شعر کا مصداق تھے۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال میں

حضرت علامہ صاحبؒ ہندوستان کے سب سے بڑے دینی ادارہ دارالعلوم دیوبند کے ہونہار، قابل فخر سپوت، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے خلیفۂ اجل اور دوسرے بڑے دینی ادارہ مظاہر علوم (وقف) کے منصب شیخ الحدیث پر فائز تھے، سادگی وقناعت، خاموش مزاجی، شرافت ومروت کے عظیم پیکر تھے۔

کسی بھی موضوع کے ہنرور افراد اور اپنے فن کے متخصص حضرات ظاہری

ٹیپ ٹاپ اور بناوٹ سے پاک نہایت ہی سادہ مزاج اور سادگی پسند ہوا کرتے ہیں چنانچہ حضرت علامہ صاحبؒ بھی عظیم الشان وباکمال عالم ومحدث ہونے کے باوصف نہایت ہی سادگی پسند تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے حبیب ﷺ کی احادیث کی تعلیم کیلئے قبول فرمالیا تھا اسی لئے امید ہے کہ آپ کل قیامت کے دن محدثین کرام کے جلو میں جنت الفردوس کی ابدی نعمتوں اور لافانی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ایسی عظیم شخصیتوں کے انتقال کے بعد ان کے عظیم الشان علمی کارنامے، تحقیقی وتصنیفی خدمات اور ان کی حیات جاوداں کے قابل رشک نقش ونقوش امت کیلئے راہبر اور راہنما ثابت ہوا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پہلو سے بھی حضرت علامہ صاحب کو خصوصی توفیقات سے نوازا تھا، آپ کے شاگردان رشید، آپ کے مسترشدین، آپ کی کتابوں کے مستفیدین صدقہ جاریہ ہیں جو آنیوالی نسلوں تک آپ کی تعلیمات اور خدمات کی روشنی پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ میرے قابل قدر استاذ بھی تھے، شفیق ومہربان بزرگ بھی، خاص محسن بھی تھے، عظیم مربی بھی، میرے درد میں ہمدرد، میرے فکر میں فکرمند، میری خوشی میں خوش، میری غمی میں غمگین ورنجور غرض میری ترقی کو اپنی ترقی تصور کرنے والے، میری زندگی کے ہر موڑ اور ہر موقع پر اپنی خصوصی دعاؤں، نیک تمناؤں، الطاف وعنایتوں اور شفقت ومہربانیوں کے پھول نچھاور کرنے والے وہ گرامی قدر ہستی تھے جن کی خدمت میں پہنچ کر ماں کی

ممتا، باپ کا پیار اور استاد کی شفقت سب کچھ مل جایا کرتی تھی۔

آپ کے تسلی آمیز کلمات، آپ کی حوصلہ افزائیاں، قدم قدم پر ملنے والی آپ کی دعائیں حقیقت یہ ہے کہ از سر نو عزم و حوصلہ عطا کر دیتی تھیں، گویا زندگی کی بہاریں، حسین و جمیل پھواریں، موسموں کی خنکی، بادلوں کی رنگت، شفق کی خوبصورتی، کہکشاؤں کی دلکشی اور بے سہاروں کی کھوئی ہوئی خوشی و رعنائی سب کچھ آپ کی نظر کرم سے ملنے والی وہ سوغات ہے جسے لیل و نہار کی گردشیں بھلا نہیں پائیں گی۔

حضرت مولانا مفتی ناصر الدین صاحب مظاہری زید لطفکم کا یہ کارنامہ لائق تحسین و آفرین ہے کہ انہوں نے حضرت علامہ صاحبؒ کی حیات اور خدمات پر مشتمل اپنے جذبات و تاثرات کو عملی جامہ پہنا کر وابستگان حضرت علامہؒ کیلئے ”یادوں کا خوبصورت گلدستہ“ پیش کر دیا ہے جو ان شاء اللہ حضرت کے سوانح نگاروں کیلئے سنگ میل ثابت ہوگا۔

محمود عالم المظاہری

استاذ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حرفِ ناتمام

یادش بخیر شوال ۱۴۱۳ھ مطابق اپریل ۱۹۹۳ء کی بات ہے ،راقم الحروف مدرسہ امدادالعلوم زیدپور بارہ بنکی کی علم پروروادیوں سے مظاہرعلوم کی روح پرور چہاردیواری میں داخل ہوا،اس وقت امتحان داخلہ تقریری ہوا کرتے تھے،راقم کا امتحان حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کے پاس تجویز ہوا،امدادالعلوم جیسے چھوٹے مدرسہ سے مظاہرعلوم جیسے عظیم الشان ادارہ میں پہنچ آنکھیں خیرہ ہورہی تھیں،یہاں کے مشکل ترین ضابطے،داخلوں کے سلسلہ میں آزمائشی مراحل، دفتر ،دارقدیم،مطبخ ،کتب خانہ، اہتمام،نگران امتحان،نگران وضع قطع، پارہ ۲۹ اور ۳۰ حفظ سنانے کا دھڑکا،علامہ محمد یامینؒ کا خوف،مولوی محمد تحسین مرحوم اور مولانا محمد الطاف حسین کی سختیاں اور جھڑکیاں،کل ملاکرداخلہ کے امیدوار کی حالت ناگفتہ بہ ہوکررہ جاتی تھی۔

چنانچہ اگرایک کاپی درخواستوں پردرخواستیں دینے میں خرچ ہوجاتی تھی تودفترودارقدیم اورمطبخ کے درمیان چکروں پرچکرلگانے سے چپل گھس جایاکرتے تھے،دوسری طرف ایک سے بڑھ ایک اساتذہ،دفتر میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کامواجہہ تودارقدیم میں حضرت مولانا رئیس الدینؒ کا سامنا،دفترتعلیمات

میں حضرت مولانا علامہ محمد یامینؒ کا رعب اور مطبخ میں مولانا نذیر احمد صاحب کا پروقار چہرہ، پارہ سنانے کے لئے حضرت مولانا قاری احمد گوراصاحبؒ (جو اپنے آپ میں کئی لوگوں کے بقدر وزن لئے ہوئے تھے) کتب خانہ میں کتابوں کا انبار اور عملہ کی کثرت دیکھ کر بے چارے طلبہ پر مرعوبیت کا جو تأثر قائم ہوتا تھا وہ شاید کبھی ختم نہیں ہوتا تھا۔

مظاہر علوم میں داخلہ کے اولین مرحلہ میں غیر مانوس لفظ ''علامہ'' ٹکرایا تو سماعتوں کو یقین دلانا مشکل کہ علامہ صاحب طلبہ کیلئے شفیق اور کریم بھی ہو سکتے ہیں، یہاں سے پہلے کسی کے نام کے ساتھ علامہ کا لاحقہ نہیں سنا تھا اس لئے یقین ہوگیا کہ اگر کسی مولانا کے پاس امتحان جاتا تو ممکن تھا پاس بھی ہو جاتا لیکن علامہ صاحب تو یقینا فیل کریں گے، ڈرتے ڈرتے علامہ صاحبؒ کے حجرہ میں پہنچا تو پروقار، پرجلال اور رعب دار آواز میں نام وغیرہ دریافت فرمایا، سہمے سہمے انداز میں جوابات دئے، حضرت نے فرمایا کہ جلالین کھولو اور جہاں سے مرضی ہو وہاں سے پڑھ دو، میں نے ایک سہل عبارت پڑھی اور ترجمہ شروع ہی کیا تھا کہ فرمایا جاؤ امتحان ہوگیا۔ میرا شک یقین میں بدل گیا کہ فیل ہونا یقینی ہے لیکن نتائج کا اعلان سن کر حیرت ومسرت کے کنول کھل اٹھے اور کچھ کچھ اندازہ ہونے لگا کہ واقعی علامہ صاحب دل کے نرم اور طلبہ کے حق میں نہایت شفیق ہیں۔

بہرحال ۱۳؍شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۶؍اپریل ۱۹۹۳ء کو داخلوں کی

کاروائی تکمیل کو پہنچی، تعلیم شروع ہوئی تو عجیب وغریب سماں پیدا ہوگیا، ہرسو سماعتوں سے ٹکراتے قال اللہ وقال الرسول کے کیف آگیں زمزمے، کہیں دارالحدیث میں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی پرکشش آوازیں، توکہیں حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کی تقریروں سے گونجتی صدائے بازگشت، کہیں حضرت مولانا رئیس الدینؒ کا پرکیف ومخصوص لہجہ، کہیں حضرت مولانا محمد یعقوب مدظلہ کا عالمانہ وفاضلانہ درس، کہیں حضرت مولانا عبدالخالق مدظلہ کا درس مشکوٰۃ، توکہیں حضرت اقدس مولانا سید وقار علی مدظلہ کا درس میراث، کہیں حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی نورونکہت میں ڈوبی ہوئی تقریر دلپذیر، کہیں حضرت مولانا اطہر حسینؒ کے کشف وکرامات کے قصے توکہیں مولانا علامہ عشیق احمد کا مخصوص طرز وانداز، کہیں حضرت مولانا مفتی محمد اشتیاقؒ کی شعلہ بیانی اور کہیں حضرت مفتی محمد امینؒ کی سادگی ولیاقت کی داستانیں، غرض ؎

شاخیں بھی بلائیں لیتی ہیں، پتے بھی نچھاور ہوتے ہیں
اللہ رے جوانی گلشن کی اُف اُف رے زمانہ پھولوں کا

بس کیا بتاؤں اُس وقت کی یادیں قلب حزیں کو تڑپاتی اور آنکھوں کو رُلاتی ہیں کیونکہ وہ بادِ بہاری ختم ہوگئی، وہ لوگ چلے گئے، علوم واعمال کی وہ جولانیاں اُن ہی حضرات کے ساتھ رخصت ہوگئیں، عشق کی شوخیاں، محبتوں کی نیرنگیاں، اُلفتوں کی گلکاریاں، شفقتوں کی کلکاریاں، پیار کا موسم بہار اور اپنائیت کا ماحول سب کچھ ختم ہوگیا۔ مرحوم اختر شیرانی نے عجیب بات کہی ہے۔

نہ وہ خزاں رہی باقی نہ وہ بہار رہی

رہی تو میری کہانی ہی یادگار رہی
وہی نظر ہے نظر جو بایں ہمہ پستی
ستارہ گیر رہی، کہکشاں شکار رہی
تمام عمر رہا گرچہ میں تہی پہلو
بسی ہوئی میرے پہلو میں بوئے یار رہی
کوئی عزیز نہ ٹھہرا ہمارے دفن کے بعد
رہی جو پاس تو شمع سر مزار رہی

اب زمانے کی بدلتی رُت نے مظاہرعلوم کے مزاج کوبھی یکسر بدل ڈالا ہے، پہلے ذکرالٰہی سے دل کی دنیاروشن تھی اَب بجلی قمقموں سے یہاں کے گنبدومینارروشن ہیں، پہلے فکر کی کھیتی علم وآگہی اوررابطہ سے سیراب تھی، اب علم کی کھیتی ضابطہ کی پابند ہے، پہلے بزرگوں کی شفقتیں بے لوث تھیں، اب خوردوکلاں کی خدمتیں بامقصد ہیں، پہلے ہرچھوٹا اپنے بڑوں کی خدمت کوسعادت تصورکرتا تھااب ہرذہن، اُستاذ کی مجبوری تصورکرتا ہے، پہلے خلوص تھااب فلوس ہے، پہلے مروت تھی اب رِیا ہے۔گویا

نہ وہ باغ ہیں نہ گھٹائیں ہیں نہ وہ پھول ہیں نہ فضائیں ہیں
نہ وہ نکہتیں نہ ہوائیں ہیں، نہ وہ بیخودی کا سماں رہا

راقم الحروف کو درجنوں اصحاب فضل وکمال کے سوانحی نقوش حیطۂ تحریرمیں لانے کی سعادت حاصل ہے لیکن استاذمحترم حضرت مولاناعلامہ

محمد عثمان غنیؒ پر اپنے تاثرات اور احساسات قلم بند کرنے کیلئے کئی بار ہمتوں کو یکجا اور حوصلوں کو مہمیز لگانے کے باوجود جس انداز کی تحریر ونگارش میرے ذہن ودماغ میں تھی پیش کرنے سے عاجز وقاصر رہا کیونکہ آپ جیسے مخلص ومشفق اساتذہ جو اپنے شاگردوں سے باپ کے مانند محبت کریں اور غایت شفقت کے ساتھ نصائح فرمائیں چراغ لے کر تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔ جب بھی قلم کاغذ سنبھالتا ایک ایک کر کے شفقتوں اور نوازشوں کی یادیں قلب حزیں کو کچوکے لگانے لگتیں اور بالآخر قلم رکھ کر حضرت کی یادوں میں محو ہو جاتا، فراقؔ نے کیا بات کہی ہے۔

طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

بہر حال: ۵؍جمادی الاخریٰ کی شب میں بنام خدا کام کا آغاز کیا اور علامہ صاحبؒ کے تعلق سے ذہن کے کینوس پر یادوں کے جلنے والے چراغوں اور گزشتہ ۱۶؍سال سے دیکھے جانے والے حضرت کی پاکیزہ زندگی کے نقوش کو صفحۂ دل سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا شروع کیا اور آج ۱۱؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ کی شب میں یہ چند صفحات تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ناصر الدین مظاہری
مدیر ماہنامہ آئینۂ مظاہر علوم سہارنپور
۱۱؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ

حصول علم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

موت وحیات کی باگ وڈور جس کے قبضہ میں ہے اسی کا ارشاد گرامی ہے اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے کہ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ان واضح ارشادات کو دھیان میں رکھئے اور کارگہہ حیات پر نظر کیجئے، ہر چیز لگے بندھے وقت کے مطابق پیدا ہوتی اور وقت مقررہ پر فنا ہو جاتی ہے، ملائک سے لے کر خلائق تک، جمادات سے لے کر نباتات تک کیا چیز ہے جس کو دوام اور استمرار حاصل ہو؟ روئے زمین پر بلکہ آسمان کے نیچے رہنے، بسنے اور پیدا ہونے والی ہر چیز پر تو فنائیت طاری ہوتی ہے گویا جب جس چیز کا وقت پورا ہو جاتا ہے، جب مستعار ساعتیں پوری ہو جاتی ہیں، جب کسی چیز کی ضرورت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر فنائیت طاری ہو جاتی ہے۔

مشیت ایزدی:

اسلام کی تکمیل شارع اسلام کے عہد میمون میں ہوئی اور آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً نازل ہوئی تو ایمانی فراست سے مالامال اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا گویا وقت آچکا ہے۔اس لئے اس دنیا میں بسنے والی کسی ذات، کسی شخصیت اور کسی ہستی کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال یقیناً غلط ہے جو اصول الٰہی سے مزاحم ومتصادم ہوں مثلاً یہ کہنا کہ ”فلاں صاحب ایسے وقت میں پردہ فرما گئے جب ان کی سخت ضرورت تھی“ یا یہ لکھنا کہ ”موت کے بے رحم پنجوں نے آپ کی روح قبض کر لی“، یا یہ لکھنا کہ ”اب فلاں صاحب کے خلا کا پُر ہونا ناممکن ہے“ اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کیلئے اس قسم کے دوسرے جملوں اور تعبیرات کا سہارا لینا شرعاً اور عقیدۃً غلط ہے کیونکہ کب کس چیز کی ضرورت ہے، کس کو کب جانا اور مرنا ہے، کب کس کا وقت پورا اور ضرورت ختم ہوئی ان تمام باتوں کا علم صرف اور صرف احکم الحاکمین کو ہے جس کے آگے داناؤں کی دانائی، حکماء کی حکمت اور دانشوروں کی دانش مندی سب ہیچ ہے، یہ اسلام کی تعلیمات میں سے ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھنا ہے۔

ان سچائیوں اور صداقتوں کے بعد یہ بھی ایک فطری عمل ہے کہ انسان اپنی کسی متاع گرانمایہ کے زیاں پر اپنی حرماں نصیبی کا اظہار واعتراف کرے

اورایسی متاع کے کھوجانے سے قلب ودماغ کی بے چینی وبے قراری ہرفرد بشر کی مجبوری بن جاتی ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیمؓ کے وصال پرسرورکائنات کی چشمان مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئیں تھیں اوردرد کے ساتھ فرمایا تھا کہ ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الاما یرضی ربنا وانا بفراقک یاابراھیم لمحزونون آنکھیں رورہی ہیں ،دل پریشان ہے اورہم وہ باتیں کریں گے جن سے اللہ راضی ہواے ابراہیم! تیری فرقت سے ہم غمزدہ ہیں۔

غروب آفتاب:

ایسی ہی ایک عظیم ہستی آج ہمارے درمیان سے اٹھ گئی ہے جس کے گھنے سایہ میں بیٹھنا اورجن کی مجلسوں میں شرکت کرنا طلبہ وعلماء اپنے لئے باعث افتخار تصورکرتے تھے،جن کے اسباق کی مقبولیت، تقریر کی لذت، حضوراکرم ﷺ سے عشق ومحبت،اپنے اساتذہ واکابرسے تعلق وعقیدت، گفتگو کی حلاوت، تلقین وہدایت اوراصلاح کے ہمہ جہت پہلوؤں کو بھلادینا ناممکن ہے۔میری مرادہے شیخ الاسلام حضرت مولاناسید حسین احمدمدنیؒ کے شاگردرشید،فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسینؒ کے خلیفہ اجل،مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور کے شیخ الحدیث اورنامورشارح بخاری حضرت مولاناعلامہ محمدعثمان غنی قاسمیؒ جوطویل علالت کے بعد سہارنپور کے ''سکشم'' ہوسپٹل میں ۱۳؍جنوری ۲۰۱۱ء کی رات تقریباً ساڑھے تین بجے انتقال فرماگئے۔اناللہ

وانا الیہ راجعون۔

ابتدائی حالات:

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کے والد ماجد کا نام مولوی محمد عبداللہ (متوفی ۱۹۷۱ء) تھا، علامہ صاحبؒ اپنے وطن چلمل بیگوسرائے (جو اس وقت مونگیر (بہار) کا ایک حصہ تھا لیکن ۱۹۷۵ء میں باقاعدہ ضلع بن گیا) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم علاقے کے بعض مدارس میں حاصل کر کے بنگلہ دیش چلے گئے جہاں آپ کے والد بزرگوار کاروباری سلسلے میں مقیم تھے، بنگلہ دیش میں آپ نے تعلیم بھی حاصل کی اور والد صاحب کے کاروبار میں ہاتھ بھی بٹایا۔

تعلیم کا شوق:

حصول تعلیم کا شوق آپ کو بچپن ہی سے تھا لیکن گھریلو معاشی مجبوریاں آپ کی اس تمنا کو پورا کرنے میں حارج تھیں، والد صاحب کا کاروبار بھی اس معیار کا نہیں تھا کہ اپنے صاحب زادے کی قلبی تمنا پوری کر سکتے۔

تعلیم کیلئے بیوی کا زیور فروخت کردیا:

اُسی دوران آپ کی شادی بھی کردی گئی، آپ کی وفاشعار بیوی نے اپنے شوہر نامدار کی علمی لگن اور تڑپ کو محسوس کیا تو اپنا زیور فروخت کردیا اور اس رقم سے آپ کو حصول تعلیم کے لئے دیوبند بھیجا۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:

۱۹۴۶ء میں آپ اپنے نوساتھیوں کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پہنچے، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ نے امتحان داخلہ لیا، اپنے تمام ساتھیوں میں صرف آپ کامیاب ہوئے۔

ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کر کے ۱۹۵۰ء میں فارغ ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند کے چند جلیل القدر علماء جن کے سامنے حضرتؒ نے زانوئے تلمذتہہ کیا اور درس نظامی کی اہم کتابیں پڑھیں۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ	بخاری شریف۔ترمذی اول
شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ	ترمذی ثانی، ابوداؤد، شمائل، ہدایہ ثالث
حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ	مسلم شریف، ہدایہ رابع
حضرت مولانا عبدالجلیلؒ	میبذی اور میر قطبی
حضرت مولانا عبدالخالقؒ	مشکوۃ، حسامی، توضیح وتلویح

سند حدیث:

میں نے پوچھا کہ آپ کی سند حدیث کیا ہے؟ فرمایا کہ نصر الباری کی پہلی جلد میں لکھی ہوئی ہے، اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ نصر الباری سے آپؒ کی سند حدیث نقل کردوں تاکہ حضرتؒ کے جملہ شاگردوں کیلئے اپنی سند کا حصول آسان ہوجائے۔

"قال العبدالضعيف محمدعثمان غنی بن مولوی عبدالله الصديقی حدثناشيخ الاسلام السيدحسين احمدالمدنی،قال حدثناشيخ الهندمحمودحسن الديوبندی عن شيخه الحجة العارف محمدقاسم النانوتوی وعن شيخه المحدث الفقيه الشيخ رشيداحمدالكنكوهی كلاهماعن المحدث الشيخ عبدالغنی المجددی الدهلوی وعن الشيخ احمدعلی السهارنفوری وعن الشيخ محمد مظهر النانوتوی وعن الشيخ القاری عبدالرحمن الفافيفتی وهولاء الاربع عن الشيخ المحدث محمداسحق الدهلوی عن جده لامه المحدث الحجة الشاه عبدالعزيز الدهلوی عن والده الامام الشاه ولی الله الدهلوی واسانيده الی اصحاب السنن مذكورة فی رسالته"الارشادالی مهمات علم الاسناد"

فرق باطلہ کا تعاقب

تجارتی مشغلہ:

دیوبند سے فراغت کے بعد حضرتؒ جب اپنے وطن پہنچے تو خانگی مجبوریوں کے پیش نظر کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا، کاروبار کے علاوہ فرصت کے لمحات میں آپ دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے چھوٹے چھوٹے مفید کتابچے لکھتے، عوام کی اصلاح اور بدعات وضلالت کے خاتمہ کے لئے بھی فکر مند رہتے تھے۔

علامہ اور علاقہ:

آپ کے علاقہ کی دینی کیفیت نہایت ابتر تھی، جو مسلمان تھے بھی ان کی ظاہری وباطنی حالت سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں۔

حضرت چونکہ دارالعلوم دیوبند کے نئے نئے فارغ تھے، مادر علمی سے معاشرہ کی اصلاح کا جو سبق انھیں ملا تھا اس کو روبہ عمل لانے کے لئے حضرت کی طبیعت بے چین و بے قرار رہنے لگی، پورے علاقہ میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔ ہر وقت یہ فکر اور غم ستاتا رہتا کہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی اصلاح کی ذمہ داری میری ہے، کل اللہ کے حضور میں حاضری ہوگی اور اس بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا تو کیا جواب دوں گا۔

بدعت کا خاتمہ:

اِس درد اور فکر کو لے کر حضرتؒ یکہ وتنہا میدان کارزار میں کود پڑے جہاں ایک طرف کفر اپنی تمام ترنحوستوں کے ساتھ موجود تھا تو بدعات ورسومات کا سیلاب آیا ہوتا تھا، جہالت اور گمراہی کا عروج تھا، نہ تو دینی مدرسے اور مکاتب

تھے نہ ہی دینی تعلیم کا نام ونشان تھا۔

ایسی گھنگھور گھٹاؤں اور خوفناک ماحول میں حضرتؒ اسلامی تعلیم اور قرآنی ہدایات کے چراغ لے کر نکلے، ان چراغوں کی مدھم روشنی اور لہراتی کرنوں نے کفر کا بھی مقابلہ کیا، فسق سے بھی دو دو ہاتھ کئے، بدعات وگمراہی سے ٹکر لی، جہالت سے آنکھ ملائی، اپنے بیگانے ہو گئے، عزیز واقارب نے ساتھ چھوڑ دیا، شیطانی قوتیں ایک ہو گئیں اور باطل مدمقابل آ کھڑا ہوا۔

حضرت نے ہمت نہیں ہاری، شکست نہیں مانی، حوصلے پست نہیں ہوئے، سیرت نبوی اور اسوۂ حسنہ کو اپنا آئیڈیل بنایا، ہر حال اور ہر صورت میں باطل کو مٹانے کی قسم کھائی، ایک طرف شیطان کی پوری ذریت تھی تو دوسری طرف بدعت اور بدعتی رعیت، حضرت سینہ سپر رہے، لوگوں کے دامن تھام کر، غیروں کی خوشامد کر کے، اپنوں کے آگے عاجزی اختیار کر کے دعوت الی اللہ کا جو کارنامہ انجام دیا وہ تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

تعزیہ داری کا خاتمہ:

ایک مؤمن کامل کے آگے شیطانی طاقتیں اور طاغوتی قوتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، عزم وعزیمت اور ثبات قدمی ہر مؤمن کی زندگی کا حصہ وخاصہ ہے، حضرتؒ حق کے بول بالا کے لئے ڈٹے اور جمے رہے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے بھی رہے اور بھولی بھالی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش بھی کرتے تھے، دن کو مجاہدانہ وداعیانہ لباس میں رہتے تو رات کو حضور خداوندی میں

عجز و نیاز مندی کا اقرار کر کے دعاء نبوی **اللھم اھدی قومی فانھم لایعقلون** کا ورد کرتے ، بالآخر وعدۂ الٰہی **الحق یعلو ولا یعلیٰ** ظاہر ہونا شروع ہوا، اپنے بھی قریب آنے لگے، غیروں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے نرمی ڈال دی، ان کے ذہن و دماغ کو صیقل کر دیا اور پھر رفتہ رفتہ عوام الناس راہ راست پر آنے لگے۔

حضرتؒ کا گاؤں جہاں بدعت کی تمام قدیم وجدید رسوم قبیحہ جاری وساری تھیں، جہاں مسلمان محض ووٹر لسٹ کی حد تک مسلمان شمار ہوتے تھے، جہاں اللہ اور رسول اللہ کا نام ونشان نہیں تھا بحمد اللہ وکرمہ ردائے بدعت سمٹنے اور قبائے ضلالت سکڑنے لگی۔

آپ کے گاؤں میں تعزیہ جو پہلے تزک واحتشام سے نکلتا تھا اور جس کے آگے پیچھے سادہ لوح مسلمانوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی ، نہ صرف تعزیہ نکلنا بند ہو گیا بلکہ لوگ بھی حقیقت جاننے اور سمجھنے کے بعد تائب ہو گئے اور ارشاد خداوندی **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان ذھوقا** سچ ثابت ہوا۔

رات ہی رات میں باڑہ گرادیا:

آپ کے گاؤں میں ایک امام باڑہ تھا بلکہ کہنا چاہئے کہ بدعات ورسوم کا اڈہ تھا لوگ اس کا احترام بالکل اسی طرح کرتے تھے جیسے مساجد اور شعائر اسلامی کا کیا جاتا ہے، حضرتؒ کو معلوم تھا کہ ایسی چیزوں کا احترام نہ صرف شرک ہے بلکہ دھیرے دھیرے شرک کی ایسی شکل اختیار کر سکتا ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اڈہ بنا سکتے ہیں۔

حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ باڑہ فوری طور پر توڑا جانا چاہئے ورنہ

آگے چل کر بہت سے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے،لوگ آپ کی گفتگو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے تو حضرتؒ تن تنہا کفن بردوش ہوکراور ہاتھ میں تلوار لے کراس طرح نکلے کہ گویا

زمیں کو روندتے ہوئے صفوں کو چیرتے ہوئے
بڑھے چلو بڑھے چلو یہ وقت کی پکار ہے

حضرت والاؒ یہ اعلان کرتے ہوئے باڑہ کی طرف گئے کہ میں باڑہ توڑنے جارہاہوں جس میں ہمت ہووہ آئے اور مجھے باڑہ توڑنے سے روکے۔قسم ہے اس اللہ پاک کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے روکنے والے کا سر قلم کردوں گا۔

یہ اعلان کیا تھا ارننگ تھی،کفر وبدعت میں کبھی بھی حوصلہ نہیں رہاہے، حوصلہ صرف اہل ایمان کے پاس ہوتا ہے،حضرتؒ کے ہاتھوں کو باڑے کی تخریب سے روکنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی،سبھی لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلئے۔

حضرتؒ باڑہ کے پاس پہنچے تلوار ایک طرف کھڑی کردی اورکلہاڑی لیکر سنت ابراہیم پرعمل شروع کردیا۔

رات کے سناٹوں میں باڑہ ٹوٹنے اور بکھرنے کی لطف انگیز آوازیں ابھرتی اور چہار سو بکھرتی رہیں،علامہ صاحب اپنے کام میں لگے رہےاور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ صبح ہوئی تو باڑہ اپنا منحوس وجود کھو چکا تھا۔

پوکھر ندی میں اشنان:

حضرتؒ کے گاؤں کے پاس ہی ایک ندی ہے جس کو پوکھر کہتے ہیں،لوگ اس ندی کو مقدس تصور کرتے تھے،اس کے تقدس کا اظہار یوں کرتے تھے کہ

سال میں کچھ مخصوص ایام میں مرد وعورتیں جمع ہوکر پوکھر ندی میں نہانے کے لئے جاتے اور نہا کر یوں محسوس کرتے گویا ان کے گناہ دھل گئے ہوں، حالانکہ گناہوں کی نحوست، شرک کی لعنت، کفر کی مشابہت سب کچھ اپنے گلے لگا کر وہاں سے لوٹتے تھے۔

حضرتؒ کو یہ شرمناک رسم بھی گراں گزرتی تھی، پہلے تو پیار ومحبت سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب آپ کی بات پر کسی نے دھیان نہیں دیا تو ایک دن لاٹھی اٹھائی اور دریا کی طرف اعلان کرتے ہوئے چلے کہ جس کو اپنی جان پیاری ہو وہ یہاں سے بھاگ جائے اور آئندہ کبھی نہ آئے، لوگوں نے آپ کے غصہ اور ارادہ کو بھانپ لیا اور گاؤں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس تاریخ کے بعد سے پوکھر ندی الحمدللہ شرک اور بدعت سے محفوظ ہوگئی۔

کسی نے سچ کہا ہے

طوفاں سے جنہیں آتا ہے لڑنے کا طریقہ
دریا پہ وہی لوگ حکومت بھی کریں گے

درس حدیث:

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ ان اصحاب باتوفیق میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تدریس کے لئے قبول فرمالیا تھا، چنانچہ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد سے حیات مستعار کی فراغت تک آپ کا محبوب مشغلہ خدمت حدیث ہی رہا، چاہے تدریسی میدان سے ہو یا تصنیفی لائن دونوں میدانوں میں علامہ صاحب اپنے معاصرین کے لئے قابل رشک تھے گویا آپ کی حیات

مبارکہ حدیث نبوی نضر اللّٰہ امرء أسمع مناشیئاًفبلغه کماسمعه،فرب مبلغ اوعی من سامع۔ سے عبارت تھی،کھاتے پیتے،سوتے جاگتے،چلتے پھرتے،اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اور ہمہ وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال طیبات ذہن ودماغ میں گردش کرتے رہتے تھے،حالانکہ آپ درس نظامی پڑھے ہوئے تھے جہاں بیسیوں علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں،جہاں احادیث کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بعض کتابیں رٹائی اور حفظ یاد کرائی جاتی ہیں لیکن علامہ صاحب کو بچپن ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق،آپ کی احادیث سے خصوصی لگاؤ اور آپ کی سیرت مبارکہ سے فطری محبت تھی اس لئے علامہ صاحب نے دیگر علوم وفنون کو وہ اہمیت نہ دی جو حدیث شریف کو دی گویا

ما آنچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

کو عملی جامہ پہنا کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان گرامی کا مصداق بن گئے۔

نضر اللّٰہ امرء أسمع مناحدیثاًفحفظه حتیٰ یبلغه غیره،فرب حامل فقه الیٰ من هو افقه منه ورب حامل فقه لیس بفقیه۔

شاعر نے سچ کہا ہے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

انداز تدریس:

علامہ صاحبؒ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ طلبہ کو جو بھی سبق پڑھایا جائے وہ

انھیں پورے طور پر سمجھ میں آجائے، نہ تو اتنی لمبی تقریر فرماتے تھے کہ اکتاہٹ طاری ہوجائے نہ ہی اتنی مختصر کرتے تھے کہ تشنگی کا احساس دامن گیر ہوجائے۔

تدریسی زندگی:

۱۹۵۵ء میں مدرسہ رشید العلوم چترا (جھارکھنڈ) میں مسلم اور ترمذی کا درس دیا پھر مدرسہ حسینیہ گریڈیہہ اور مدرسہ حسینیہ ڈیگھی بھاگل پور میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ عالیہ فرفرہ ضلع ہگلی میں بارہ سال تک خدمت حدیث میں مشغول رہے پھر دارالعلوم تاراپور (گجرات) تشریف لے گئے اور یکسوئی کے ساتھ حدیث کی خدمت میں مشغول ہوگئے۔ دارالعلوم تاراپور میں کئی سال بخاری شریف وترمذی وغیرہ کا درس دیا۔

مظاہر علوم میں تشریف آوری:

آپ کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے ذہنی عقیدت، قلبی محبت اور فکری مناسبت تھی اس لئے گجرات میں خدمت حدیث انجام دینے کیساتھ حضرت فقیہ الاسلام سے گاہے گاہے شرف ملاقات وزیارت کیلئے حاضر ہوتے رہتے، تمنا بھی آپ کی یہی ہوتی کہ مفتی صاحب کی خدمت میں زیادہ دیر رہ کر اکتساب فیض کیا جائے، حضرت مفتی صاحبؒ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، گجرات سے علامہ صاحبؒ جب بھی اپنی سہارنپور آمد کا خط لکھتے تو حضرت مفتی صاحبؒ سہارنپور سے حضرت کے وطن بیگوسرائے کیلئے ٹکٹ بنوالیتے، اسی محبت وتعلق کا نتیجہ تھا کہ ایک بار

حضرت فقیہ الاسلام نے آپ کو حکم دیا کہ گجرات سے مظاہر علوم آجاؤ، یہ سننا تھا کہ گویا مانگی مراد پوری ہوگئی، آپ نے حکم کی فوری تعمیل کی اور مظاہر علوم کی اُس مسند حدیث کو زینت بخشی جس کو محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضویؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ جیسی بے شمار شخصیات نے اپنے علوم وفیوض اور افکار وتجلیات سے بقعۂ نور بنایا تھا۔

تقرر:

مظاہر علوم کے ریکارڈ میں حضرت علامہؒ کے تقرر کے سلسلہ میں درج ذیل سطور ملتی ہیں۔

> ''حسب تجویز (۱) مجلس شوریٰ منعقدہ ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۹ھ کو مولانا محمد عثمان غنی صاحب کا تقرر درجہ اعلیٰ عربی پر مؤرخہ ۵ رشوال المکرم سے مبلغ ایک ہزار روپے تنخواہ پر بلا طعام کیا جاتا ہے''۔ (رجسٹر کارروائی مجلس شوریٰ)

اسی سال حضرت مولانا علامہ عشیق احمدؒ اور جناب مولانا عبدالرحمن گلاؤٹھی مدظلہ (خلیفہ حضرت فقیہ الاسلامؒ) کا تقرر بھی عمل میں آیا تھا۔

گویا بیس سال سے زائد عرصہ تک حضرت علامہؒ نے مظاہر علوم (وقف) سہانپور کی مسند حدیث سے قال اللہ وقال الرسول کے زمزمے گنگنائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہزار ہا شاگردان رشید کے دل کی دنیا روشن اور فکر کی کھیتی شاداب فرمائی ۔گویا

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کرمرے نالے، غزل خواں ہوگئیں

ششماہی امتحان:

حضرت کی شکل اورآواز دونوں رعب دارتھیں، اس لئے عام طور پرطلبہ آپ کی خدمت میں نہیں جاتے تھے، سومیں بھی نہیں گیا، موقوف علیہ کے بعد دورۂ حدیث شریف پڑھااورآپؒ سے بخاری شریف جلداول وثانی، مسلم شریف ،طحاوی شریف اور مؤطا امام محمد پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری شریف جلداول کا سبق فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفرحسینؒ کے یہاں تھالیکن اسی سال حضرت مفتی صاحبؒ مظفرنگر کے ایک گاؤں تشریف لے گئے ،تہجد کے وقت وضوکرکے اٹھتے وقت چکرآگیااورحضرت مفتی صاحبؒ زینوں پرگرگئے ،سرمیں شدید چوٹیں آئیں ،علاج کا سلسلہ شروع ہوا،اس لئے بخاری شریف جلداول کا باقیماندہ حصہ بھی حضرت علامہ صاحبؒ نے پڑھایا تھا)

ششماہی امتحان میں ترمذی شریف کا امتحان حضرت علامہؒ سے متعلق تھا، احقر کا پرچہ سامنے آیااورخدا جانے کس وجہ سے حضرت نے مجھے پورے بیس نمبر عنایت فرمائے اوراپنے ایک خادم محمد یوسف ارریاوی سے پوچھا کہ ناصرکون ہے؟ خادم نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت علامہ صاحب تمہاری بابت معلوم کررہے تھے(میں نے فوراً سوچا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترمذی کے پرچہ میں حضرت نے فیل کردیا ہوگا) محمد یوسف نے یہ بھی بتایا کہ حضرت نے بلایاہے؟اس وقت دیوبند سے دوساتھی طلبہ بھی آئے ہوئے تھے،انہوں نے کہا کہ جب حضرت نے تمہیں بلایاہے توہم دونوں بھی ساتھ چلیں گے کیونکہ بہت دنوں سے حضرت کی

ملاقات اورزیارت کااشتیاق ہے،یہ سہ نفری جماعت دارقدیم حضرت کے حجرہ کے لئے روانہ ہوئی (اس وقت حضرت کا حجرہ دارقدیم میں جانب جنوب دوسری منزل پرانجمن ہدایت الرشید کے سامنے تھا) حضرت کادروازہ بندتھا،اندرحضرت لکھنے میں مصروف تھے،طالب علمی کے زمانہ میں شعوربھی کچھ اس قسم کا تھا کہ غلطی سے دروازہ کوتھوڑاسا کھسکا کرجھانکا، اندرسے رعب داربلکہ گرجدارآواز میں سوال ہوا''کون ہے''آواز کاسننا تھا کہ مارے خوف کے تینوں ساتھی بھاگ کرنیچے پہنچ گئے۔

آپ کی نظر میں حضرت فقیہ الاسلام کا مقام:

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسینؒ کے انتقال پرملال کے بعد جب ماہنامہ آئینۂ مظاہرعلوم کا خصوصی شمارہ ''فقیہ الاسلام نمبر'' شائع کرنے کا فیصلہ ہواتو دیگرجلیل القدرعلماء واکابر کے حضرت علامہ صاحب سے بھی درخواست کی کہ چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ سے آپ کا تعلق قدیم ہے اورمعاصربھی ہیں اس لئے اپنے تعلق کی مناسبت سے ایک مضمون تحریرفرمادیں؟فرمایا کہ میں مضمون لکھنے پرقادرنہیں ہوں!میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی متعددتصانیف میرے علم میں ہیں،خودنصرالباری (اس وقت تک صرف تین جلدیں شائع ہوئی تھیں)میرے پاس ہے، جوشخص اتنی ضخیم شرح لکھنے پرقادرہواس کے لئے چندصفحات کا مضمون لکھنادشوارنہیں ہوسکتا!فرمایا کہ مضمون کا اندازاورہوتا ہے، شرح کااور۔

احقرنے سمجھ لیا کہ حضرت اس طرح نہیں لکھیں گے،اس لئے ازراہ گفتگو پوچھا کہ مظاہرعلوم تشریف آوری کب ہوئی اورکیاوجوہات رہیں فرمایا کہ

''آج (ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ) سے تقریباً ۶۰ رسال قبل حضرت فقیہ الاسلام

نوراللہ مرقدہٗ سے احقر کی پہلی ملاقات ہوئی پھر چندروز حضرت کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا، اس دوران حضرتؒ اس ناکارہ کو اپنے ساتھ مختلف تقریری پروگراموں میں شرکت کیلئے اپنے ساتھ لے گئے اور حضرتؒ کے حکم سے احقر کو مختلف مواقع پر تقریر کرنے کا موقع ملا، اس زمانے میں یہ ناکارہ دارالعلوم تاراپور گجرات میں خدمت حدیث میں مصروف تھا اور احقر کا یہ معمول بن چکا تھا کہ گجرات سے واپس مکان (بیگوسرائے) جاتے ہوئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات اورزیارت کیلئے سہارنپور قیام کرتا اور حضرتؒ کی مبارک صحبت سے فیضیاب ہوتا، ایک بار احقر حسب معمول سہارنپور حاضر ہوا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے ارادتمندوں میں اس سیہ کار کا نام بھی شامل فرمالیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

خلعت خلافت واجازت سے مالامال ہوکر احقر دارالعلوم تاراپور گجرات چلا گیا، تین سال کے بعد جب چوتھی مرتبہ حاضر خدمت ہوا تو حضرت والاؒ نے اپنے قلم سے خلافت نامہ بھی عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کم از کم دس لوگوں کو بیعت کرو، بارگاہ عالیہ سے اجازت کے بعد اسی سال امریلی شہر میں احقر کے دس روز تک تقریری پروگرام ہوتے رہے، تقریری سلسلہ کے بعد کچھ دیندار حضرات بیعت کے طالب ہوئے، احقر نے ان سے وعدہ کرلیا اور اسی روز بعد نماز مغرب میں نے دیکھا کہ دس حضرات اسی تمنا اورامید پر موجود ہیں کہ ان کو سلسلۂ مسترشدین میں داخل کروں؟ میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ مرشد گرامی نے جتنی تعداد بتلائی تھی ٹھیک وہی تعداد یہاں موجود تھی۔

تقریباً ۶ رسال کے بعد حضرت مرشد گرامی کے حکم سے یہ ناکارہ مظاہر علوم (وقف) حاضر ہوگیا اور احقر کی تمنا جو حضرت مرشد گرامی کے ساتھ رہنے کی تھی وہ پوری ہوگئی، احقر کا معمول بن گیا کہ عصر اور مغرب کے بعد حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتا اور اپنے دل کی دنیا روشن کرتا، احقر کو جب کبھی کسی مسئلہ کے

سلسلہ میں خلجان اور تردد ہوتا تو بلا تکلف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مسئلہ پوچھتا تو حضرتؒ فوراً کسی خادم کو حکم فرماتے کہ شامی کی فلاں جلد لاؤ اور شامی لائی جاتی حضرتؒ ایک اندازے کے مطابق شامی کھولتے اور دو ایک صفحات ادھر ادھر پلٹتے اور فوراً انگلی رکھ کر فرماتے کہ یہ ہے مسئلہ!

برسہا برس یہ معاملہ رہا حدیث سے متعلق ہو یا فقہی مسائل، حضرتؒ برجستہ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرماتے تھے، موجودہ دور میں پورے ملک میں بلا کسی مبالغہ احقر نے اتنا بڑا فقیہ، محدث اور عالم نہیں دیکھا، آپ کی کون سی خوبی لکھوں میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرتؒ سراپا خوبی تھے اور ان کی پوری زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں جگہ دے''۔

(فقیہ الاسلام نمبر)

یہ مختصر مضمون لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت یہ آپ کا مضمون ہے، فرمایا کہ میں نے تو لکھا نہیں ؟ عرض کیا کہ حضرت پڑھ لیجئے اور پھر فرمایئے کہ آپ کی طرف انتساب صحیح ہے یا غلط، چنانچہ حضرتؒ نے پورا مضمون پڑھ کر نہ صرف دعا دی بلکہ اشاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اور پوچھا کہ تم نے ندوۃ العلماء میں بھی تعلیم حاصل کی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں! فرمایا تو لکھنے پر قدرت کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کیا کہ یہ تو حضرت مولانا انعام الرحمن تھانویؒ کا فیض ہے، میں نے اُن ہی سے قلم پکڑنے اور چند سطور لکھنے کا فن سیکھا ہے۔

استاذ کا عکس جمیل

آپؒ چونکہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے اور استاذ کا اثر شاگردوں میں آنا فطری ہے، حضرت علامہ صاحبؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرح بیباک، نڈر، حق

گو،حق جو،حق پسند اور حق شناس تو تھے ہی اخلاق وتواضع کا بے مثال پیکر دلنواز بھی تھے۔

بوئے گل در برگ گل

تقویٰ وتدین:

تقویٰ وتدین بھی مثالی تھا، پاک وپاکباز زندگی بسر کرتے ،دنیا اور دنیاوی جھمیلوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے، فتنہ کو نہ پسند کرتے اور نہ ہی کسی ذات یا ادارہ میں پسند فرماتے ،ایک بار تقریباً ایک ماہ سخت علیل رہے ،اس درمیان اسباق نہیں پڑھا سکے چنانچہ ایک رقعہ دفتر مالیات کو لکھا کہ چونکہ اس ماہ علالت کی وجہ سے اسباق نہ پڑھا سکا اس لئے ان ایام کی تنخواہ وضع کر لی جائے۔

حضرت مدنیؒ سے عشق:

یوں تو حضرت والا فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے دست حق پرست پر بیعت وخلافت کے باعث تھانوی مسلک ومشرب میں شامل ہو گئے لیکن حضرت مدنیؒ چونکہ آپ کے نہایت ہی مشفق استاذ تھے اس لئے اپنی خصوصی مجلسوں میں اخیر تک حضرت مدنیؒ کا تذکرہ نہایت ہی البیلے انداز میں فرماتے رہے۔ بات بات پر حضرت مدنیؒ کے قصص وواقعات بیان فرماتے ،کبھی کبھی واقعہ بیان کرتے کرتے جذباتی ہو جاتے اور کبھی کبھی آبدیدہ بھی۔

خورد نوازی:

اپنے بڑوں کا احترام تو دنیا کرتی ہے لیکن اپنے چھوٹوں حتیٰ کہ اپنے شاگردوں کا اکرام حضرت علامہ صاحب علیہ الرحمہ کی اہم ترین خوبی تھی، مدرسہ کے اسباق اور فرض نمازوں کے علاوہ آپ کا پورا وقت حدیث شریف کی معروف کتاب بخاری

شریف کی شرح ''نصر الباری'' کے لکھنے میں صرف ہوتا تھا، اسی لئے اگر کوئی طالب علم بلاضرورت آپ کے پاس پہنچ جاتا تو خفگی اور ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرماتے اور وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتے۔

ایک بار راقم حاضر خدمت ہوا، دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کی اچھی خاصی تعداد کچھ کمرے کے اندر تھی اور کچھ کمرے سے باہر، احقر حضرت کی خدمت میں پہنچا اور طلبہ کی بھیڑ کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ

''آج حضرت مولانا محمد یونس صاحب مسلسلات پڑھا رہے ہیں اس لئے یہ دیوبند کے طلبہ آئے ہوئے ہیں، میں ان لوگوں سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے جاؤ تاکہ میرا تصنیفی نقصان نہ ہو لیکن دس جاتے ہیں تو بیس نئے آجاتے ہیں''۔

تواضع:

ایک بار رات میں آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی، رات ہی کو سہارنپور کے سرکاری ہوسپٹل میں ایمرجنسی وارڈ میں داخل کئے گئے، عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا، دور و نزدیک سے اہل علم و اہل تعلق آنے لگے، طبیعت نے سنبھالا لیا تو پھر مدرسہ آگئے، میں اپنے دوست حضرت مولانا ابوالکلام قاسمی صاحب کے ہمراہ آپ کے حجرہ میں پہنچا تو حضرت نے دیکھتے ہی خدام سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو! میں نے عرض کیا کہ حضرت لیٹے رہئے اسی میں آپ کو سکون ہے، فرمایا کہ آپ لوگوں کی موجودگی میں لیٹنا اچھا نہیں لگتا۔ یہ

حضرتؒ کے تواضع اور خوردنوازی کی عجیب وغریب مثال ہے۔

اسی طرح حضرت والا القاب وآداب بھی نہیں پسند فرماتے تھے،نصر الباری کے ٹائٹل پر جو القاب چھپے ہوئے ہیں وہ ناشر نے اپنی عقیدت ومحبت میں کتابت کرادیئے تھے۔

اپنی کتابوں میں جہاں کہیں دستخط فرماتے تھے وہاں عبارت تقریباً یہ ہوتی تھی ''وانا الفقر عباد اللّٰہ الرحمن المدعو بمحمد عثمان غفر له اللّٰہ الغفران''

چائے اور ''وائے''

طالب علمی کے زمانے میں تو نہیں البتہ فراغت کے بعد جب حضرت کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو بہت شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، عموماً باصرار چائے پلاتے تھے اور چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز بھی عنایت فرماتے جس کو آپ مخصوص لہجے اور اصطلاح میں ''وائے'' فرماتے تھے۔

سادگی:

آپ شکلاً وصوتاً بہت بارعب تھے، چند سال پہلے تک دارالحدیث میں بغیر مائک کے بلا تکلف پڑھاتے تھے،آنکھیں بھی بہت بارعب تھیں،نوے سال سے زائد عمر پائی مگر چشمہ کی کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی ،اصول کے بڑے پابند،ترک مالایعنی پرکاربند اور سادگی پسند تھے،میں نے ایک بار جرأت وجسارت کو مجتمع کر کے اور سابقہ شفقتوں کے مدنظر عرض کیا کہ حضرت آپ تو قاسمی ہیں اور قاسمی حضرات مظاہری حضرات کی طرح اتنے سادگی پسند نہیں ہوتے،ٹیپ

ٹاپ، بول چال، نشست وبرخاست ہر چیز میں قاسمی حضرات منفرد شان کے مالک ہوتے ہیں مگر آپ کے اندر وہی مظاہریوں والی سادگی ہے کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ ایک تو قاسمی حضرات کے بارے میں تمہارا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے، سادگی جزء ایمان ہے، البتہ آج کل سادگی کے بارے میں جو تصور قائم کرلیا گیا ہے وہ غلط ہے، سادگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کپڑے گندے پہنے جائیں، سادگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہفتوں بدن کو پانی سے محروم رکھا جائے، سادگی اس کو نہیں کہتے کہ اچھی چیز موجود ہوتے ہوئے خراب چیز کھائی جائے، اسی وجہ سے اسلام نے رہبانیت سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا **لا رهبانية في الاسلام** اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت دی ہے، بقدر ضرورت رزق عطا فرمایا ہے، وسعت اور کشادگی ہے تو اس کا اثر تمہارے جسم پر محسوس ہونا چاہئے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت یہ حدیث کہاں ملے گی تو ابوداؤد شریف کھول کر میرے سامنے رکھی وہ حدیث یہ ہے

عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم في ثوب دون فقال ألک مال؟ قال نعم! قال من ای المال؟ قال قد اتانی اللّٰہ من الابل والغنم والخيل والرقيق، قال فاذا أتاک اللّٰہ مالا فلير اثر نعمة اللّٰہ عليک وكرامته۔

(ابوداؤد ۲/۵۶۲)

حضرت ابوالاحوص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہن کر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مال تو ہے، آپ نے پوچھا کہ کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ نے اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اور غلام ہر طرح کا مال عطا کیا ہے! یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ نے تم کو مال سے نوازا ہے تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر تمہارے بدن پر ظاہر ہو۔

صبر و شکر:

آپ کے علمی کارناموں اور تصنیفی و تالیفی خدمات کو دیکھ کر عام طور پر لوگ یہ محسوس کریں گے اور دستور دنیا بھی یہی ہے کہ کوئی بھی اہم علمی کام کرنے والوں کے لئے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کی جاتی ہیں، ذہنی سکون کیلئے ہر ممکن خیال رکھا جاتا ہے، غذاؤں کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن حضرت علامہ صاحب کا معاملہ بالکل برعکس تھا، آپ کی غذائیں بالکل سادہ تھیں، مدرسہ سے قیمتاً کھانا جاری تھا وہی برضا و رغبت نوش فرما لیتے تھے، بیوی بچے آپ کے وطن مالوف میں رہے، اس لئے بیماری کے ایام میں بھی خاطر خواہ پرہیز نہ کر سکے، اگر ڈاکٹروں نے مدرسہ کی نان اور دال کے بجائے چپاتیاں اور معقول سبزیاں کھانے کا مشورہ دیا تو یہاں بھی علامہ صاحب مجبوراً پرہیز نہ کر سکے بایں ہمہ صبر و شکر اور حمد و ثنا سے آپ کی زبان مبارک ہمیشہ رطب اللسان رہی، کسی چیز کی فرمائش تو دور کی بات ہے کسی بھی اچھی غذا کی خواہش بھی زبان پر نہ لاتے، عموماً اتنے بڑے محدثین کے

حجرے اورآرام گاہیں نہایت کشادہ اورآرام دہ ہواکرتی ہیں،حجرے کے اندرایک اورحجرہ ہوتا ہے جہاں شوروشرابہ سے بچا جاسکے، جہاں یکسوئی کے ساتھ علمی وتصنیفی اموریں مشغول رہاجاسکےلیکن حضرت علامہ صاحبؒ انتقال سے دوماہ پہلے تک مظاہرعلوم کی تیسری منزل کےایک چھوٹے سے کمرے میں قیام پذیررہے ،درس وتدریس کیلئے دوسری منزل پرواقع تاریخی دارالحدیث میں تشریف لاتے پھرجب ایک سڑک حادثہ میں پیروں سے معذورہوگئےتوطلبۂ عزیز کرسی یاوہیل چیئر پربٹھاکردارالحدیث پہنچاتے تھے،اوپرسے نیچے اورنیچے سے اوپرجانے آنے میں غیرمعمولی تکلیف برداشت کرتے رہےلیکن اللہ کے اس صابروشاکربندے کی زبان مبارک پرکبھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

اخیرعمرمیں تقریباًدوماہ پہلے دارالحدیث سے متصل جناب مولانا محمدسعیدی صاحب مدظلہٗ ناظم ومتولی مظاہرعلوم(وقف) نے ایک اچھاساحجرہ آپ کے لئے تیارکرایااورآپ اس میں منتقل ہوگئے تھے۔

اِن سطورکے لکھنے کا مقصدصرف یہ ہے کہ آئندہ سطورمیں حضرت علامہ صاحبؒ کے جن علمی کارناموں کا ذکرخیرہونے جارہاہے اس کے تناظرمیں قارئین کرام یہ نہ سوچنے لگیں کہ حضرت کے پاس خدام کی ایک فوج ہوگی جوزیرتحقیق موضوع پرکتابیں ہاتھ میں تھامے خاموشی کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہوں گے۔یاکوئی ایسی کمپیوٹرائز سہولت ہوگی کہ کوئی بھی حدیث بٹن دباتے سامنے ہوگی۔

علمی رہنمائی:

میری کتاب ''بلند و بالا عمارتیں قیامت کی علامتیں'' زیر ترتیب تھی، اس سلسلہ میں علامہ صاحبؒ سے بھی رجوع کیا اور عرض کیا کہ حضرت! عمارتوں کے سلسلہ میں افراط اور تفریط انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، اس سلسلہ میں پڑھے لکھے بھی اور غیر پڑھے لکھے دونوں اپنے کردار اور عمل سے ایک پلیٹ فارم پر نظر آرہے ہیں، چاہے دینی ادارے ہوں یا تجارتی مراکز سبھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر میں ہیں، نئے نئے ڈیزائن اور نئی نئی شکلیں اس سلسلہ میں وجود میں آرہی ہیں، فرمایا کہ غلو کسی بھی چیز میں ہو غلط ہے، ہمارے بزرگوں نے تو عبادات تک میں غلو سے احتیاط کا حکم دیا ہے۔ چہ جائے کہ دنیاوی معاملات میں غلو کیا جائے جس سے دنیا میں بھی نقصان اور آخرت میں خسران۔ پھر فرمایا کہ مسند احمد میں اس بارے میں کئی احادیث موجود ہیں اسی طرح علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں متعدد احادیث صرف اسی موضوع پر شامل فرمائی ہیں۔ اسی طرح حدیث جبرئیل کے اخیر میں علامات قیامت کے سلسلہ میں تذکرہ موجود ہے لکھو اور مجھے بھی دکھاؤ۔

چنانچہ جب یہ کتاب تقریباً تیار ہوگئی تو علامہ صاحب کو دکھائی فرمایا کہ کام تو اچھا کیا ہے لیکن بعض احادیث بہت طویل ہیں، جن میں متعلقہ بحث کے علاوہ بھی مختلف ابحاث ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ حدیث کے صرف اس حصہ کو لو جس سے تمہارے موضوع کی مناسبت ہو، چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو کتاب کی ضخامت کافی کم ہوگئی تو علامہ صاحب نے فرمایا کہ اب اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب مکمل ہوگئی ہے۔

کرم نوازی کی ایک اور مثال:

اِسی کتاب کی ترتیب کے دوران ایک حدیث مسند احمد میں ایسی ملی جس کے الفاظ ناموس اور لغات مشکل ترین تھیں احقر کو ان الفاظ کا ترجمہ مشکل محسوس ہوا، غالباً رات کے بارہ بجے تھے، احقر حضرت کی خدمت میں پہنچا، حضرت حسب عادت نصر الباری کی تالیف میں مصروف تھے، احقر سے آنے کی وجہ پوچھی، عرض کیا کہ اس حدیث کا ترجمہ میرے بس سے باہر ہے، حضرت نے حدیث شریف دیکھی اور فوراً اس کا ترجمہ تحریر فرمادیا، وہ حدیث اور ترجمہ برکت کے لئے آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

یجیئ یوم القیامة المصحف والمسجد والعترة فیقول المصحف یارب خرقونی ومزقونی ویقول المسجد یارب خربونی وعطلونی وضیعونی، وتقول العترة یارب طردونا وقتلونا وشردوناوأ جثوبر کبتی للخصومة۔ فیقول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ذلک الیَّ وانا اولیٰ بذلک (رواہ احمد)

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں قرآن کریم مسجد اور اولاد حاضر ہوگی۔ قرآن کریم فریاد کرے گا یا اللہ مجھے پھاڑا اور پراگندہ کیا گیا۔ مسجد عرض کرے گی یا اللہ مجھے ویران کیا گیا، ضائع اور برباد کیا گیا۔ اولاد عرض کرے گی یا اللہ مجھے دھکا دیا گیا مجھے قتل کیا گیا مجھے دھتکارا گیا اور جھگڑے کیلئے

میرے گھٹنوں پر بیٹھا گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے یہ میرے نزدیک زیادہ اہم ہے اور میں اس سے زیادہ اہم ہوں۔

علمی وعملی تفوق:

اللہ تعالیٰ نے علمی وعملی اورروحانی ملکات وکمالات سے بدرجہ اتم حصہ عطافرمایا تھا، حالانکہ آپ اپنے علمی وعملی تفوق اور برتری کے باعث معاصر بالخصوص طبقۂ علماء میں عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور آپ کے علمی وقار کا یہ عالم تھا کہ طلبہ وعلما آپ کی خدمت میں جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے تاہم علم دوست افراد کیلئے علامہ صاحب کا دل بڑا وسیع اور نہایت کشادہ تھا، علمی سوالات کے جوابات اطمینان بخش دیتے تھے، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے بعد احقر نے بارہا علامہ صاحبؒ کو احادیث کی تلاش وتتبع کے سلسلہ میں تکلیف دی اور یہ احساس بھی دامن گیر رہا کہ علامہ صاحب کا قیمتی وقت میری وجہ سے صرف ہو رہا ہے لیکن علامہ صاحب خندہ پیشانی اور غایت شفقت وکرم نوازی سے نہ صرف کتابوں کی رہنمائی فرماتے بلکہ اگر وہ کتاب آپ کے پاس ہوتی تو کتاب کھول کر متعلقہ بحث دکھلاتے تھے۔

مؤرخین:

امام بخاری نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب ''کتاب المغازی'' کے نام سے قائم کرکے متعلقہ موضوع پر احادیث شریفہ کا وقیع ذخیرہ جمع فرمادیا ہے، اسی کا تذکرہ

فرما رہے تھے پھر اچانک فرمایا کہ تاریخ کو محفوظ کرنے کیلئے ہمارے اکابر نے ایسی ایسی عظیم قربانیاں اور خدمات انجام دی ہیں جن کو وہ کنی ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مؤرخ ہیں نضر بن شمیلؒ جو تیسری صدی ہجری کے ہیں انہوں نے عرب کی پہاڑیوں اور گھاٹیوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''کتاب الصفات'' ہے۔ شیخ ابوسعید اصمعیؒ جو ادیب بھی تھے انہوں نے عرب کے تالابوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''کتاب المیاہ'' رکھا ہے۔

ابن حوقلؒ، یاقوت حمویؒ، اصطخریؒ، مسعودیؒ، ابن حائک ہمدانیؒ، ابن خلدونؒ اور طبریؒ ان تمام حضرات نے اسلامی تاریخ کو محفوظ کرنے میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے ہیں۔

غلطی:

ایک بار فرمایا کہ لکل جواد کبوۃ (ہر تیز رو گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے) معصوم تو صرف انبیاء کرام ہیں ان کے علاوہ روئے زمین پر کوئی معصوم نہیں ہے، پھر فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری جیسی مہتم بالشان کتاب لکھی، بہت سے علماء حضرات بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ بخاری شریف تسامحات سے پاک ہے یہ خیال صحیح نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں بھی امام بخاریؒ سے تسامح ہوا ہے جس کی تفصیل علامہ عسقلانیؒ نے ''ہدی الساری مقدمہ فتح الباری'' میں بیان فرمائی ہے، میں نے بھی مختصراً نصر الباری کی جلد اول کچھ تفصیل پیش کی ہے۔

امام بخاری اور مسئلہ رضاعت:

فرمایا: کہ حضرت مفتی مظفر حسینؒ کا ارشاد ہے کہ ہر فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے لیکن ہر محدث کو فقیہ ہونا ضروری نہیں یہ ملفوظ نہایت جامع ہے، اب امام بخاریؒ کو لے لو آپؒ جلیل القدر محدث تھے لیکن فقہ سے کوئی خاص مناسبت نہیں تھی چنانچہ امام ابوحفص کبیرؒ نے امام بخاریؒ کو استنباط واجتہاد سے منع فرمادیا تھا لیکن امام صاحب نے ان کی یہ نصیحت قبول نہیں کی اور ایک عجیب وغریب مسئلہ بتادیا کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایام رضاعت میں کسی بکری کا دودھ پی لیں تو رشتۂ رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

اس مسئلہ کی تردید میں علماء بخارا کا ناراض ہونا یقینی تھا، سبھی علماء ناراض ہوگئے اور اس ناراضگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام صاحب کو بخارا چھوڑنا پڑا، علامہ ابن ہمام نے تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وکان سبب خروجه منها بخارا سے نکلنے کا بنیادی سبب بنا تھا۔

شفقت ومروت:

طلبہ کے لئے آپ نہایت ہی شفیق ومہربان تھے، بیس سال سے زائد عرصہ تک مظاہر علوم میں ''شیخ الحدیث'' رہے لیکن کبھی کسی طالب عالم پر ہاتھ نہیں اٹھایا، غصہ بھی بہت کم آتا تھا، اگر کبھی غصہ آگیا تو زبانی طور پر ڈانٹ پھٹکار کر درگزر فرمادیتے تھے، دفتر میں شکایات بھیجنے اور روز روز طلبہ کی حاضری لینے کا بھی معمول نہیں تھا پھر بھی طلبہ آپ کے درس میں برضا ورغبت حاضری کو اپنی

سعادت تصور کرتے تھے، دورۂ حدیث کے علاوہ بھی افتاء یا تخصص فی التفسیر غیرہ کی کتب آپ سے متعلق ہوتیں تو انھیں بھی دلچسپی سے پڑھاتے، عشاء کی نماز کے بعد بھی سبق پڑھانے کا سلسلہ نہ صرف قدیم تھا بلکہ شروع سال سے پابندی کے ساتھ اسباق پڑھاتے تھے، ناغہ وغیرہ کا تو تصور بھی نہ تھا اگر کسی اوراستاذ کا ارادہ سبق نہ پڑھانے کا ہوتا تو حضرتؒ اس گھنٹہ میں بھی سبق پڑھادیتے تھے۔

دوران سبق طلبہ کی سستی دور کرنے اور نئی تازگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں آپ کا انداز بھی عجیب تھا، لطائف وظرائف، بذلہ سنجی، مزاح اور شرعی حدود کی رعایت اور دارالحدیث کا تقدس ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے طلبہ کو ہنساتے بھی تھے، بعض مرتبہ اپنے مخصوص لہجے میں بنگالی زبان میں جملے اور فقرے زبان مبارک سے ادا فرماتے تو پوری درسگاہ قہقہہ بار اور زعفران زار ہوجاتی تھی۔

اسباق میں آپ کی تقریر سادہ اور علمی ہوتی تھی، بتکلف الفاظ اور نامانوس جملوں وتعبیرات کا کبھی سہارا نہیں لیتے تھے، پھر بھی ہر سبق معلوماتی ہوتا تھا، حضرت والا کے سبق پڑھانے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

صداقت جس کا شیوہ ہے محبت کا جو پیکر ہے
مروت خو میں ہے جس کی وہی بس ایک انساں ہے

درجہ بندی:۔ فائدہ یا نقصان:

میں نے پوچھا کہ حضرت یہ جو آج کل جماعتوں اور درجات کی صف بندی

ہے اس کی کیا تاریخ ہے؟ فرمایا مجھے تو معلوم نہیں ہے، البتہ یہ سلسلہ پہلے نہیں تھا طلبہ اپنے مزاج اور ذہن کے حساب سے انفرادی طور پر اساتذہ سے اسباق پڑھتے تھے، جس کا اچھا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جو طلبہ ذہن کے تیز ہوتے تھے وہ کم عرصہ میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھ لیتے تھے اس لئے ذہین طلبہ کو غبی طلبہ کے ساتھ خواہ مخواہ گھسٹنا نہیں پڑتا تھا، اسی طرح غبی طلبہ کو ذہین طلبہ کے ساتھ زبردستی بھاگنا نہیں پڑتا تھا، ہر طالب علم اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسباق پڑھ لیتا تھا، مگر اب جماعت بندی ہوگئی ہے کیونکہ اب طلبہ ہر جماعت میں زیادہ ہونے لگے اور اساتذہ کے دلوں میں طلبہ کو زیادہ سے زیادہ پڑھانے اور آگے بڑھانے کا مزاج نہیں رہ گیا، اخلاص ہر چیز میں شرط اولین ہے، اس کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا۔

طلبہ کو نصیحت:

پہلے مدرسہ میں طلبہ کی علاقائی وضلعی انجمنیں نہیں تھیں تو طلبہ کو حضرتؒ کے نصائح سننے کا اتفاق کم ہوتا تھا لیکن جب سے تمام ضلعوں کی علاقائی انجمنیں قائم ہوگئیں تو طلبہ کو اپنی اپنی انجمن میں دعوت دینے کا موقع مل گیا چنانچہ حضرتؒ محض طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے کبھی کبھی انجمن میں تشریف لے جاتے اور قیمتی نصائح سے نوازتے۔

علمی گہرائی:

فرمایا: کہ مظاہر علوم میں ماضی قریب کے علماء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے زیادہ علمی

گہرائی اور پختگی رکھنے والا عالم نہیں دیکھا۔

مفتی صاحب سے جب بھی کسی سلسلہ میں مراجعت کی نوبت آئی تو فوراً کتب خانہ سے کتاب منگاتے اور اندازہ سے کتاب کھول کر ایک آدھ صفحہ ادھر ادھر کھولتے اور کسی عبارت پر انگلی رکھ کر کتاب سامنے رکھ دیتے اور فرماتے کہ یہ عبارت ہے جس کی آپ کو ضرورت ہے۔

خصوصی موضوع:

اخیر عمر میں آپ کافی نحیف و نزار ہو گئے تھے، مختلف بیماریوں کا شکار ہونے کی وجہ سے قویٰ مضمحل اور صحت کمزور ہو گئی تھی لیکن آواز اور لہجہ میں بڑھاپے کا احساس نہ ہوتا تھا، اخیر عمر تک پڑھاتے رہے، تفسیر اور حدیث آپ کا خصوصی موضوع تھا، ان دونوں فنون میں آپ ماہر و یکتا تھے۔

علمی وقار و عظمت کا پاس و لحاظ:

حضرت علامہ صاحبؒ اپنی مجلسوں میں عموماً امام بخاریؒ کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار امام صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ حضرت امام بخاریؒ ایک دفعہ دریائی سفر پر تھے، اثناء سفر کشتی ہی میں ایک آدمی سے جان پہچان پیدا ہو گئی، آپؒ نے اس آدمی سے یہ بھی بتا دیا کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھی ہیں، یہ سنتے ہی اس شخص کی نیت خراب ہو گئی، رات ہوئی تو شور مچانا شروع کر دیا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں چوری ہو گئی ہیں، کشتی کا عملہ بھی متاثر ہوا اور تلاش شروع کر دی، سبھی لوگوں کی تلاشی لی گئی، حضرت امام

بخاریؒ نے اپنی اشرفیاں لوگوں کی نظر بچا کر دریا میں ڈال دیں، چنانچہ جب آپ کی تلاشی لی گئی تو کچھ بھی نہ نکلا۔ کشتی کے عملہ نے اس شخص کو لعنت ملامت کی کہ تم جھوٹے ہو۔

صبح ہوئی اور کشتی ساحل کو لگی تو سبھی مسافر اپنی اپنی منزل کی طرف چلے گئے، امام صاحب بھی چل پڑے وہ شخص آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور راستہ میں پوچھا کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ میرے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں؟ حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہاں بھائی! اشرفیاں تو تھیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ اب میری ہی اشرفیوں کی وجہ سے میری شرافت پر حرف آنے والا ہے جس کے حصول کی خاطر میں نے پوری زندگی قربان کردی ہے تو میں نے ان اشرفیوں کو دریا میں ڈال دیا کیونکہ معاشرہ میں عزت اور وقار بہت مشکل سے ملتا ہے جس کے آگے ان اشرفیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دنیا کی تین نعمتیں:

۲ ر ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ م ۹ ر نومبر ۲۰۱۰ء سہ شنبہ کو حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ کی اہلیہ محترمہ اچانک انتقال کر گئیں، اس وقت حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ بھی صاحب فراش تھے، احقر حاضر خدمت ہوا تو نماز جنازہ کی بابت دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر سواری، نیک بیوی اور کشادہ مکان کو دنیاوی نعمتوں میں شمار فرمایا ہے۔ ثلٰث من نعم الدنیا: وان کان لانعیم لھا، مرکب وطیء، والمرأۃ الصالحۃ والمنزل الواسع۔

ایک اور جگہ نیک بیوی کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے ارشاد ہے خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة۔

وطن کی محبت:

وطن کی محبت سے متعلق ایک حدیث ہے جس کو محدثین نے موضوع کہا ہے، میں نے علامہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ ہاں یہ حدیث موضوع ہے، البتہ وطن سے محبت بشرطیکہ وہ دار الاسلام ہو تو ممدوح اور ایمانی تقاضا ہے۔

ختم بخاری شریف:

مظاہر علوم میں ختم بخاری شریف کے موقع پر ہمدردان و متعلقین کافی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں، جب تک حضرت مفتی مظفر حسینؒ حیات رہے تو عموماً بخاری شریف کا ختم آپؒ کراتے تھے، البتہ ۱۴۱۵ھ میں بخاری شریف کا ختم خطیب اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ نے کرایا تھا، احقر کا سن فراغت بھی یہی سال ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بعد حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ ہی بخاری شریف کا ختم کراتے تھے۔

بخاری شریف کی آخری روایت كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ پر عالمانہ، فاضلانہ اور محدثانہ تقریر فرماتے تھے۔

آپ کی تقریر میں عموماً مخاطب طلبہ ہی ہوتے تھے الفاظ بھی سہل اور عام فہم استعمال فرماتے تھے، کبھی بھی نہ تو تقریر میں بناوٹ پسند کی نہ ہی تحریر میں، دارالحدیث میں طلبہ کے سامنے درس بخاری، روزمرہ کی گفتگو، پندونصائح ہر جگہ علامہ صاحبؒ نے اس پہلو پر خصوصی توجہ رکھی کہ مخاطب کون ہے؟ اور اس کا مبلغ علم کیا ہے؟۔

آخری درس بخاری کی تقریر عالمانہ وفاضلانہ ہونے کے باوصف اس قدر عام فہم ہوتی تھی کہ دسیوں ہزار کا مجمع مکمل یکسوئی کے ساتھ نہ صرف سنتا تھا بلکہ سمجھتا بھی تھا۔ البتہ حسب عادت یہاں بھی اصل مخاطب طلبہ ہی ہوتے تھے۔

علامہ صاحبؒ نے نصر الباری کی تیرہویں جلد میں بھی بخاری شریف کی آخری حدیث پر جو تفصیلی کلام فرمایا ہے وہاں بھی خصوصی طور پر طلبہ کو مخاطب کرنے کیلئے مستقل عنوان لگایا ہے ''فارغین طلبہ سے خطاب'' اس عنوان کے تحت علامہ صاحب نے طلبہ کو جس انداز ومنہاج میں اپنے مستقبل کو سنوارنے کی تلقین ونصیحت فرمائی ہے اس سے طلبہ کے تئیں علامہ صاحب کی قلبی وابستگی، خصوصی تعلق، ربط باہمی، شفقت ومروت اور ان کے مستقبل کے سلسلہ میں جگر سوزی ودلسوزی ظاہر ہوتی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس عنوان کے تحت شامل چند سطری مضمون آپ بھی پڑھتے چلیں۔

فارغین طلبہ سے خطاب:

''عزیز طلبہ! آپ حضرات نے آٹھ دس سال پہلے جس کام کے لئے سفر شروع کیا تھا الحمد للہ بفضلہٖ وبکرمہ آج اس کام تکمیل ہوگئی، آپ کی گاڑی منزل تک پہنچ

گئی اب ایک اصول مسلمہ یعنی قاعدہ کلیہ ذہن نشیں کر لیجئے کہ کسی کام اور چیز کی عزت، عظمت اور قدر و قیمت کا دار و مدار مقصد کی مطابقت پر ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک بڑا کاشتکار ہے، اس نے کھیتی کے لئے ایک جوڑا عمدہ بیل نہایت عمدہ، جوان راجستھان سے خرید کر لایا، پورے گاؤں والے دیکھ کر کہنے لگے کہ واقعی "بیل" لایا ہے، کل ہو کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیل کا مالک کھیت جوتنے کے لئے جب لے گیا تو دونوں بیل بیٹھ گئے، مالک نے مار پیٹ کر پوری کوشش کی تو بیل اٹھے، پھر جب جوتنے کے لئے ہل میں لگانا چاہا تو بیٹھ گئے، بار بار کوشش کے باوجود جب کامیابی نہیں ملی تو کاشتکار نہایت کبیدہ خاطر اور غمگین گھر واپس آیا اور افسوس ظاہر کرنے لگا تو ایک پرانے بوڑھے نے کہا۔ کہ فکر نہ کیجئے ہوسکتا ہے کہ یہ جوڑا ہل کا نہ ہو بلکہ گاڑی کا ہو، اسے گاڑی میں لگا کر دیکھو، کاشتکار نے جب ان دونوں کو گاڑی میں لگایا تو دونوں بیل بیٹھ گئے۔

آپ یقین مانئے اب ان کی عزت و عظمت ختم ہوگئی اور قیمت گر جائے گی چونکہ مقصد میں ناکام رہا، چیزوں کی عزت و عظمت صرف شکلوں اور صورتوں پر نہیں ہوتی بلکہ مقصد کی مطابقت پر ہوتی ہے۔

ایک دوسری مثال سے سمجھئے کہ ایک مولانا صاحب ایک اچھی گھڑی مثلاً "سی کو فائیو" خریدی مقصد یہ تھا کہ صحیح وقت پر مدرسہ پہنچ کر متعلقہ اسباق پڑھا سکیں لیکن گھڑی خرید کر جب گھر لایا تو دیکھا کہ گھڑی ہر روز آدھا گھنٹہ فاسٹ بھاگتی ہے، صحیح ٹائم نہیں دیتی ہے، دو چار روز کے تجربہ پر پھر دہلی پہنچا اور گھڑی کی شکایت کی، دوکاندار نے گھڑی کھول کر ٹھیک کیا تو اب گھر لا کر دیکھتا ہے کہ گھڑی ہر روز ایک گھنٹہ سست (سلو) چل رہی ہے، دو چار مرتبہ ٹھیک کرایا لیکن گھڑی صحیح نہیں ہوئی۔

یقین مانئے کہ اب اس کی نہ وہ عزت رہی نہ وہ قیمت رہی کیونکہ عزت و قیمت کا مدار مقصد کی مطابقت پر ہے، اسی پر تمام کاموں اور چیزوں کو قیاس کر لیا جائے، اب سمجھنا یہ ہے کہ پوری دنیا کی تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ و اشرف و بالا ہم

انسان ہیں جوسب سے اشرف واکرم ہے خودخالق ومالک کائنات نے فرمایا" لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ "(سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۰)ہم نے اولاد وآدم (انسان) کو عزت دی۔

اب دیکھنا ہے کہ ہمارے خالق و پرودگار اللہ رب العزت نے ہم انسانوں کو کس مقصد کیلئے پیدا کیا، ہم انسانوں کی پیدائش وبناوٹ کا مقصد کیا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" (سورہ ذاریات ۵۶) اور نہیں پیدا کیا میں نے انسان اور جن کو مگر صرف اسلئے کہ وہ عبادت کریں۔

توخوب ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے مگر مادی حیات دنیاوی زندگی گزارنے کیلئے دوسری ضروریات، کسب معاش، مثلاً کھانا پینا، سونا جاگنا اورلباس ومسکن کی فراہمی وتکمیل میں اشتغال مقصد عبادت خداوندی برقرار رکھتے ہوئے منع نہیں لیکن ان امور میں اشتغال مقصود نہیں بلکہ مبادی مقصود ہیں۔

قیامت کے دن خالق کائنات رب العزت کے نزدیک انسانوں کی عزت وعظمت اور قیمت صرف عبادت پر ہوگی بشرطیکہ اللہ کی عبادت محبوب رب العالمین خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس ﷺ کے بتائے ہوئے طریق پر ہو اپنی عقل سے گھڑی ہوئی نہ ہو
۔

بات کچھ طویل ہوگئی مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ آپ حضرات نے جو آٹھ دس سال محنت کی ہے اس کا مقصد رضاء مولیٰ اللہ کی خوشنودی ہے جو اتباع رسول پر موقوف ہے بس عہد کرلیجئے اور پختہ عہد کرکے مدرسہ سے جایئے کہ زندگی کے ہر موڑ پر، ہر معاملہ میں حضور اقدس ﷺ کی ہدایت اور حکم پر امکانی طاقت پر چلوں گا یاد رکھئے کہ ایمان کی تعریف ہی یہی ہے۔ تصدیق الرسول بما جاء بہ عن ربہ۔ وللہ در القائل۔

بے عشق محمد جو محدث ہیں جہاں میں

آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

نصر الباری کا اختتام:

علامہ صاحب کو بخاری شریف سے بھی عشق تھا جس کی جھلک آپ کے کردار و گفتار میں محسوس ہوتی تھی، آپ نے بخاری شریف کی معرکۃ الآراء شرح ''نصر الباری'' میں بھی امام بخاریؒ کی پوری پوری تقلید کی، چنانچہ خاتمۃ الکتاب کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

''امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کو تسبیح وتحمید پر ختم کیا ہے احقر بھی اپنی شرح تسبیح وتحمید پر ختم کرتا ہے۔

سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمدِکَ اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ اَستَغفِرُکَ وَ اَتُوبُ اِلَیکَ۔

دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ مِن خَیرِ مَا سَأَلَکَ مِنہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوذُ بِکَ مِن شَرِّ مَا استَعَاذَ مِنہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَاَنتَ المُستَعَانُ عَلَیکَ البَلَاغُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ''۔

وقت کی قدر و قیمت:

انسانی زندگی مختلف حادثات اور تغیرات کا نام ہے، آسمان کی رنگارنگی اور زمین کی گردشیں انسان کو ہمہ وقت یہ بتانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ ثبات صرف ایک ذات کو حاصل ہے جسے احکم الحاکمین کہا جاتا ہے اس ذات کے علاوہ ہر چیز تغیر پذیر ہے۔

حکماءِ یونان ہوں یا عقلائے عرب، دانشوران برصغیر ہوں یا دانائے فرنگ سبھی نے ایک چیز کو بطورِ خاص اپنی زندگیوں کیلئے ضروری اور لابدی

قرار دیا اور وہ ہے وقت ۔ وقت کی قدر دانی انسان کو بڑا بناتی ہے تو اس کی نا قدری انسان کی ذلت و گمرہی کی دلدلوں اور پستی اور تنزل کی گہرائیوں تک پہنچا کر دم لیتی ہے۔

جو لوگ وقت کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں تو وقت ان کو اپنے سے آگے بڑھا دیتا ہے اور جو لوگ وقت کے شانہ بشانہ نہیں چلتے تو وقت ایسے لوگوں کو تاریخ کا سب سے نکما اور سب سے بیکار عضو بنا کر گمنامی کے گڑھوں میں ڈال دیتا ہے۔

جن علماء اور حکماء کی زندگیاں وقت کی قدر و قیمت سے بھری ہوئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان ہی کے کارنامے اور خدمات سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔

آج حکماء یونان، عقلائے عرب، دانشوران برصغیر اور دانائے فرنگ کے اقوال و ملفوظات اور ان کی زندگیوں کے قیمتی تجربات صرف اسی لئے کتابوں کے اوراق میں محفوظ اور موجود ہیں کیونکہ انہوں نے وقت کی صحیح قدر و قیمت کی تھی اسی لئے وقت ان کی قدر کر رہا ہے۔

وقت کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بطور خاص نصیحت کی ہے، قرآن واحادیث میں اس سلسلہ میں وافر ذخیرہ موجود ہے۔ مختلف علماء اور صاحبان علم و قلم نے صرف اسی موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کی ہیں، انشاء پردازوں نے مضامین اور مقالات کے ذریعہ غفلت شعاروں کی توجہات کو اس جانب مبذول کرانے کی سعی میمون کی ہیں۔

اسلاف امت نے اپنے کردار و عمل سے وقت کی قدر و قیمت کر کے عملی طور پر

ہمارے لئے جو اسوہ اور نمونہ چھوڑا ہے وہ تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

وقت کی قدر و قیمت جاننے اور پہچاننے والے کبھی نہیں مرتے اور اس سلسلہ میں کسی مذہب یا کسی طبقہ کی کوئی قید نہیں ہے، چنانچہ اگر آپ تحقیق کی کسوٹی پر اس سلسلہ میں کوئی کام کرنا چاہیں تو ہر طبقہ اور ہر فرقہ سے ایسے لوگوں کی طویل فہرست مل جائے گی جنہوں نے کم وقت میں زیادہ کام کرکے اپنے پیش رووں کیلئے کام کرنے کی جہتیں اور سمتیں متعین کردی ہیں۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں:

ہم لوگوں کو وقت پر خصوصی توجہ مبذول کرنے کی ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے اور کہتے رہتے تھے کہ اگر دولت کھو جائے تو محنت سے حاصل ہو جائے گی، پڑھ لکھ کر بھول گئے ہو تو مطالعہ اور اساتذہ کے پاس بیٹھنے سے دوبارہ مل سکتا ہے، صحت اور قویٰ اگر کمزور ہو گئے ہوں تو اچھے ڈاکٹروں اور معالجوں سے رابطہ کرو، صحت دوبارہ واپس آجائے گی لیکن وقت کی واپسی کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

وقت میں بے برکتی:

کبھی کبھی بڑی حسرت کے ساتھ فرماتے کہ وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزرتا جا رہا ہے، ہر آنے والا وقت جانے والے وقت کے حساب سے بے برکت ثابت ہو رہا ہے جو قرب قیامت کی علامت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ

قیامت سے پہلے وقت میں بے برکتی پیدا ہوجائے گی۔لاتقوم الساعة حتی یتقارب الزمان فتکون السنة کاالشهر ویکون الشهر کالجمعة وتکون الجمعة کالیوم ویکون الیوم کالساعة وتکون الساعة کاحتراق السعفة الخوصة۔قیامت قائم ہونے سے پہلے زمانہ قریب آجائے گااور سال مہینے کی برابر،مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح،دن ایک گھنٹہ کی طرح اور گھنٹہ ایک آگ کے شعلہ کی طرح تیزی گزرنے والا ہوگا۔

بخاری شریف میں ایک حدیث اسی موضوع پر ہے لاتقوم الساعة حتی یقبض العلم وتکثر الزلازل ویتقارب الزمان۔قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب علم نہ اٹھالیا جائے،زلزلے بکثرت نہ آنے لگیں اور زمانہ قریب نہ آجائے۔

آج دیکھ لو لوگ فضول اور لغو باتوں میں قیمتی وقت ضائع کردیتے ہیں، مسلمان قوم سب سے زیادہ وقت ضائع کررہی ہے،دنیامیں یہودی اور عیسائی دونوں قومیں اپنے وقت کو ہمہ وقت ملحوظ رکھتی ہیں،یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں خوب خوب ترقی کرتی نظر آتی ہیں۔

مصروف زندگیاں:

کتابوں میں پڑھتا تھا کہ ہمارے بزرگ علماء کی زندگیاں اتنی مصروف ہوا کرتی تھیں کہ انہیں کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا تھا،حضرت امام بخاریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی تھی،حضرت مدؒ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے ہی سوتے

تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی مصروف ترین حیات مبارکہ سے سبھی واقف ہیں، ہمارے بزرگوں نے وقت کی قدر و قیمت کس انداز میں فرمائی ہے علماء نے محض اسی موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ان واقعات کو یکجا کر کے نئی نسل کو تضیع اوقات سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

آپ کی زندگی کا مشن ہی دین اور خدمت دین تھا، نہ بناوٹ، نہ ریا کاری، نہ تکلف نہ تصنع، نہ کھانے پینے میں اضاعت وقت، نہ سونے اور آرام کرنے کا فکر، نہ ٹہلنے کی فرصت نہ دوستوں سے علیک سلیک کا موقع، نہ مجلسی زندگی نہ ذہنی تعب و تکان کو دور کرنے کی کوشش۔ بس پڑھنے پڑھانے اور لکھنے کی ہر وقت دُھن اور فکر، سچائی یہ ہے کہ راقم السطور نے علامہ صاحب جیسا مصروف ترین عالم نہیں دیکھا۔

یہی علامہ صاحب کی کامیابی کا راز ہے کہ انہوں نے وقت کی قدر کی تو وقت نے آپ کی قدر کی، کسی حکیم و دانا کا قول ہے کہ کامیابی کسی تھوڑے وقت یا پے در پے کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ وقت کی مناسب تقسیم پر ہی منحصر ہے، حضرت علامہ صاحبؒ کا چونکہ ایک نظام تھا، کھانا کس وقت کھانا ہے، نماز کس وقت پڑھنی ہے، تصنیف کے لئے کون سا وقت ہے، آپ کے اسی نظام الاوقات کی برکت تھی کہ آپ کے علمی کاموں قابل رشک رفتار بڑھی اور معاشرہ میں حضرت علامہ صاحب کی عظمت و عزت اور مقبولیت و معقولیت میں اضافہ ہوا۔

کتابوں کی خریداری کا شوق:

آپ کے پاس ذاتی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا، اس سلسلہ میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ سے کوئی کتاب اگر لی جائے تو ہر سال اس کو جمع کرنا اور نکالنا، یا اس کا از سر نو اندراج کرانا مستقل سر دردی ہے اس لئے میں نے اپنی ذاتی کتابیں خرید لی ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت آپ کا مشاہرہ اتنا نہیں ہے کہ آپ آئے دن اتنی مہنگی کتابیں خریدتے رہیں؟ مسکرا کر فرمایا کہ اللہ بڑا کارساز ہے۔

ہمہ جہت شخصیت:

آپ کے پاس مہمانوں کی آمدورفت بھی ہوتی تھی، ان سے گفتگو بھی فرماتے تھے، طلبہ کا رجوع بھی بہت تھا، مدرسہ کے عملہ میں سے کچھ نہ کچھ افراد برابر آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے، اصلاحی اور روحانی سلسلہ بھی جاری تھا، کئی کئی گھنٹے کتابوں کی تدریس بھی متعلق تھی، نمازوں اور اذکار مسنونہ کے بعد جو وقت تھا اس میں کوئی نہ کوئی تحقیقی کتاب یا شرح تحریر فرماتے تھے، کبھی بخاری کی شرح نصر الباری زیر ترتیب ہے تو کبھی مشکوۃ شریف کی شرح نصر الحیات پر قلم رواں دواں ہے، کبھی جلالین شریف کی شرح فیض الامامین زیر ترتیب ہے تو کبھی مسلم شریف کا خلاصہ نصر المنعم مرتب فرمارہے ہیں۔

ان تاریخی کارناموں کے علاوہ علماء اور طلبہ اپنی تصنیفات پر تقریظات بھی لکھوارہے ہیں، کوئی دعائیہ کلمات کیلئے عرض رسا ہے، کوئی اپنے ادارہ کیلئے تصدیق اور توثیق کا خواہاں ہے اور آپ سب کی حاجتیں پوری کر کے خوشی بھی محسوس

فرمارہے ہیں اور یہ احساس بھی جاگزیں ہے کہ جلد از جلد ان کاموں سے فرصت مل جائے تاکہ اپنا محبوب اور پسندیدہ علمی وتصنیفی مشغلہ جاری رکھا جاسکے۔

یہاں بطورتحدیث نعمت عرض کررہاہوں کہ حضرتؒ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے تصدیقات وتقریظات لکھنے کے لئے احقر کوحکم صادرفرماتے تھے، احقر حضرت کے مزاج ومذاق کے مطابق تصدیق یاتقریظ لکھ کرخدمت اقدس میں پیش کرتااورحضرت اپنے دستخطوں سے تصدیق جاری فرماتے۔ یہ حضرتؒ کی احقر پرغایت شفقت وعنایت تھی کہ آپ میری تحریر پراعتمادفرماتے تھے۔

کفایت شعاری

آپ کالباس، بودوباش، رہن سہن، کھاناپیناسب کچھ سادگی سے عبارت تھا، بناوٹ اورتکلف نہ توخود کے لئے پسند تھانہ ہی اپنے شاگردوں کے لئے پسندفرماتے تھے، آپ کاحجرہ بھی نہایت سادہ تھا، نہ توٹھاٹ باٹ کی جھلکیاں تھیں نہ بستر وفرش دلکش ومعیاری، وہ تپائی جوآپ کے زیراستعمال تھی اورجس پرنصرالباری، امامین، نصرالمنعم، نصرالحیاۃ جیسی درجنوں کتابیں تالیف فرمائیں وہ بھی نہایت سادہ تھی، داہنی طرف کتابوں کی گول الماری تھی جو چاروں طرف گھوم جاتی تھی، سامنے ڈیسک تھاجس پربجلی کالیمپ اورنصرالباری کے زیرترتیب اوراق رکھے رہتے تھے، ڈیسک کے نیچے آپ کاپان دان رکھارہتاتھا، پیچھے کی طرف ایک سادہ سی تپائی پردواؤں اوربسکٹ کے ڈبے، روزمرہ کی ضروریات کاسامان، اس سے متصل آہنی الماری میں ترتیب سے رکھی ہوئی کتابیں، سامنے

دیوار سے متصل ایک اورآہنی الماری میں کتابیں ، وسط میں باقیماندہ مختصر جگہ آمدورفت کے لئے خدام ومتعلقین کے لئے بیٹھنے کا کام بھی کرتی تھی ،طلبہ پڑھنے آجاتے تو درسگاہ بھی بن جاتی ،نماز کے وقت ایک صف بچھادی جاتی اوراس طرح گویا وہ جگہ مسجداور سجدہ گاہ بن جایا کرتی تھی ، الغرض آپ کا حجرہ بیک وقت ذاتی کتب خانہ بھی تھا،مطالعہ گاہ بھی ، دارالترجمہ والتالیف بھی تھا،ذاتی مہمان خانہ بھی ،بعض جماعتوں کے لئے درسگاہ بھی تھااور مسترشدین کے لئے خانقاہ وتربیت گاہ بھی۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت علمی کاموں کے لئے ایک کشادہ حجرہ ناظم صاحب سے کہہ کرلے لیں،فرمایا کہ یہی حجرہ کافی ہے ،ہمارے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا حجرہ بھی نہایت مختصراور اتنا تنگ تھا کہ ذاتی امورنمٹانے میں بھی پریشانی محسوس ہوتی تھی۔حضرت حاجی صاحبؒ اورحضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حجرے تو اس سے بھی تنگ اور مختصر تھے۔

مدرسہ کی لائٹ جانے یارات کووقت مقررہ پرجنریٹر بند ہوجانے کے بعد بھی موم بتی کی روشنی میں عموماًرات کے اکثر حصہ میں تصنیفی وتالیفی کام میں مصروف رہتے تھے،احقر نے بارہا عرض کیا کہ حضرت انورٹر لگوالیجئے !فرمایا کہ انورٹر تو بہت مہنگا آتا ہوگا؟عرض کیا کہ حضرت اس سے فائدے بھی بہت ہیں،روشنی اورپنکھے کی سہولت بھی حاصل رہے گی اور یہ احساس ہی نہ ہوگا کہ بجلی چلی گئی ہے،فرمایا کہ اس سے سستا کوئی اور سسٹم نہیں ہے؟عرض کیا کہ اس سے سستا سسٹم یہ ہے کہ ایک متوسط بیٹری، چارجر اور ٹیوب لائٹ لے لیں،پوچھا کہ

لائٹ جانے کے بعد یہ سسٹم کتنی دیر کام کرے گا، عرض کیا کہ اگر صرف لائٹ جلائی جائے تو چار پانچ گھنٹے اور پنکھا بھی چلایا جائے تو دو ڈھائی گھنٹے کام کرے گا، فرمایا کہ یہی صحیح ہے، پنکھا نہیں چلاؤں گا، عرض کیا کہ گرمی سے پریشانی محسوس ہوگی، فرمایا کہ پریشانی کے بعد ان شاء اللہ آسانی ہوگی۔ چنانچہ احقر نے یہ سستا سسٹم لگوادیا، علامہ صاحب بہت دعائیں دیتے رہے، جب بھی ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ اب نصر الباری کے کام میں زیادہ تیزی آگئی ہے اور امید ہے کہ اب یہ کام بعجلت تمام تکمیل کو پہنچے گا، بعد میں احقر کے توسط سے نصر الباری کے ناشر نے علامہ صاحبؒ کے حجرہ میں معیاری انورٹر لگوادیا تو حضرت بہت خوش ہوئے بجلی جانے کے بعد جب بھی انورٹر کے استعمال کی نوبت آتی تو بار بار دعائیں دیتے تھے۔

آپ کو نصر الباری کے بعد جلالین کی شرح ''فیض الامامین'' کی تکمیل کی دھن سوار تھی، امامین کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کی بھی آسان اور سہل انداز میں نصر الباری کے طرز پر شرح لکھنے کا ارادہ تھا چنانچہ دونوں کتابوں کی چند جلدیں الحمدللہ مکمل ہوکر شائع بھی ہوگئی تھیں لیکن تکمیل نصر الباری کے حصہ میں آئی۔

زہد وقناعت:

حضرت علامہ صاحبؒ بیس سال سے زائد عرصہ تک مظاہر علوم وقف میں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز رہے لیکن آپ اپنا ذاتی آشیانہ نہ بناسکے، نہ ہی مدرسہ کی طرف سے آپ کو مکان کی سہولت ملی، حالانکہ اگر حضرتؒ چاہتے تو اپنے

اثر ورسوخ کی بناپر شہر سہارنپور میں شاندار و پرشکوہ مکان بنواسکتے تھے،لیکن خاکساری ومسکنت،توکل وقناعت، زہدوخودداری کے باعث ایساممکن نہ ہوسکا،قناعت کواپنی زندگی کااوڑھنا بچھونا بنایاتوتوکل اورصبر ورضا کو گلے لگایا۔

اکم یدیک عن السوال فانما
قدرالحیاۃ اقل من ان تساء لا

میں اپنی قناعت کی فضیلت کواپنے ساتھ لپیٹے اوراس کوناملکمل بنا کراوڑھے رہتاہوں۔

وبینی وبین المال شتان حرما
علی الغنی الابیة والدهر

مجھ میں اور مال میں بہت بڑافاصلہ ہے،میرے خوددارنفس اورزمانے نے مجھکودولت مندی سے محروم کردیا۔

شہرت ومقبولیت:

ایک عربی شاعرکاقول ہے
''بلندرتبہ شخص کیلئے گمنامی کوئی عارنہیں ہے''۔

آپ عموماً تقریری پروگراموں میں تشریف نہ لے جاتے تھے کیونکہ اس سے آپ کے تحریری کاموں میں حرج ہوتاتھا،شہرت ونا موری سے بھی دور بھاگتے تھے کیونکہ مریدین ومتعلقین کے بار بارآنے سے بھی آپ کے تحریری کام میں خلل ہوتاتھاپھربھی دوآبہ کے علاوہ آپ ہندوستان اورہندوستان سے باہر نیک نامی کے ساتھ شہرت ومقبولیت رکھتے تھے،جس طرح جاہ سے آپ

کونفرت تھی اسی طرح مال سے بھی رغبت ودلچسپی نہ تھی۔

جنہیں احساس خودداری تھا جن کے دل میں غیرت تھی
یہ دنیاایسے انسانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

تصحیح و پروف ریڈنگ:

کتابت کی اغلاط اوران کی تصحیح کافن بھی حضرت کوبخوبی معلوم تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتابوں میں اغلاط بہت کم ہیں،نصرالباری کے ناشر نے حضرت علامہ صاحب کی سہولت اورآسانی کے لئے فل اسکیپ سائز کے صفحات ایسے انداز میں پرنٹ کرائے کہ اوپر بخاری شریف کی حدیث لکھی گئی اورنیچے اس کے ترجمہ وتشریح کے لئے جگہ چھوڑدی گئی ،علامہ صاحبؒ نے مجھے وہ کاغذات دکھائے اورفرمایا کہ کمپیوٹرآنے سے کام کی رفتارمیں بھی خاصی تیزی آگئی ہے،میں نے نصرالباری کی کتاب المغازی جب کاتب سے لکھوائی تھی تواس اللہ کے بندے نے کافی عرصہ کتابت میں لگادیا تھااورجب کتابت مکمل ہوگئی تومیرے پاس اس کودینے کے لئے جورقم تھی وہ خرچ ہوگئی ،بڑی شرمندگی محسوس ہوئی کہ اب کیاہوگا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیرعطافرمائے میرے محسن ومشفق حضرت مولانا عبدالاحدتاراپوریؒ،میرے مربی فقیہ الاسلام حضرت مولانامفتی مظفرحسینؒ،حضرت مولانا محمدالیاس سورتی مدظلہ اورمحترم مولاناعبدالرحمن گلاڈھی کوجنہوں نے نہ صرف اُس مشکل وقت میں میری مالی معاونت فرمائی بلکہ نصرالباری کی اشاعت کابنیادی ذریعہ بھی بنے۔

نصر الباری کے ناشر نے راقم سے بتایا کہ نصر الباری کے جو صفحات کمپیوٹرائز کرا کر حضرت علامہ صاحب کے پاس بھیجتا تھا، حضرتؒ ان صفحات کو نہ صرف بغور پڑھتے تھے بلکہ اس میں بھی کتابت اور اعراب کی غلطیوں کی نشاندہی بھی فرماتے تھے۔

مناظرانہ صلاحیتیں

شرائط مناظرہ: مخالفین کی شکست کی خشت اول

علامہ صاحب اپنی حاضر جوابی اور مظان پر گہری نظر رکھنے میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ کو کئی بار مناظرہ کی نوبت بھی آئی لیکن آپ کی دانائی اور ہوشمندی سے کئی معرکے بغیر مناظرے کے سر ہو گئے۔

فرمایا کرتے تھے کہ مخالفین سے کبھی بھی مناظرہ ہو تو اصول مناظرہ تحریری طور پر پہلے طے کر لیا کرو کیونکہ پھر مخالف ادھر ادھر کی ہانکنے میں ناکام ہو جائے گا اور مخالفین کی شکست کی خشت اول یہی ہے۔

فقہ البخاری فی تراجمہ:

ایک مرتبہ کسی غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ طے ہوا، مجلس مناظرہ سے قبل ناشتہ پر فریقین موجود تھے، علامہ صاحبؒ نے فریق مخالف سے کہا کہ شرائط مناظرہ طے کر لئے جائیں۔ فریق مخالف نے کاغذ اور قلم سنبھالا اور شرائط مناظرہ لکھنے شروع کئے، سب سے پہلے لکھا کہ دلائل میں کتاب اللہ دوسرے نمبر پر بخاری شریف۔

علامہ صاحب نے فرمایا کہ بخاری تو حدیث کی کتاب نہیں ہے؟ اس نے تعجب سے کہا حضور! آپ تو خود بخاری شریف پڑھاتے ہیں؟ فرمایا کہ جی ہاں بے شک میں پڑھاتا ہوں۔ کئی منٹ تک فریق مخالف شش و پنج میں مبتلا رہا، پھر علامہ صاحب نے خود ہی فرمایا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو ابواب قائم فرمائے ہیں وہ حدیث نہیں ہیں، پھر علماء نے لکھا ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ گویا یہ تو امام بخاری کا فقہ ہے

،فریق مخالف نے یہ بات سنی توراہِ فرار اختیار کی، گویا بغیر مناظرہ ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے علامہ صاحب کو فتح نصیب فرمائی۔

اور مخالف فرار ہوگیا:

علامہ صاحبؒ نے کئی سال تک مغربی بنگال کی راجدھانی کلکتہ میں علمی وتدریسی خدمات انجام دی ہیں وہیں قیام کے دوران ایک مرتبہ فرق ضالہ میں سے کوئی شخص اسٹیج پر بیٹھا علماء دیوبند کو چیلنج کررہا تھا، چندنوجوان علامہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! ایک شخص اسٹیج پر بیٹھا دیوبندیت کو چیلنج کررہا ہے، آپ تشریف لے چلیں اور اس کے چیلنج کا جواب دیں۔ حضرت علامہ صاحبؒ نے ان نوجوانوں سے فرمایا کہ ایک ٹیپ ریکارڈ بھی لے لو چنانچہ علامہ صاحبؒ بغل میں بخاری شریف دبائے اسٹیج پر تشریف لے گئے ،اسٹیج پر بیٹھا مقرر دھواں دھار تقریر کررہا تھا، علامہ صاحب نے اس مقرر سے فرمایا کہ ''یہ ہے بخاری شریف! اگر اس کا صرف ایک صفحہ تم صحیح پڑھ دو تو میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا''۔

علامہ صاحب نے بخاری شریف اس کے سامنے رکھی اور ٹیپ ریکارڈ کھول دیا، دھواں دھار مقرر نے جب یہ معاملہ دیکھا تو فوراً راہِ فرار اختیار کی اور گویا یہاں بھی حضرت علامہ صاحبؒ کو فتح حاصل ہوئی۔

علامہ صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مخالف کتنا ہی بڑا علامہ فہامہ ہو اس سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے، مرعوبیت کا احساس انسان کی صلاحیتوں پر تالا لگا دیتا ہے پھر قابل وفاضل انسان بھی کچھ بولنے پر قدرت نہیں رکھتا اور بالآخر شکست ہو جاتی ہے، مولانا محمد مرتضیٰؒ چاندپوری کو اس سلسلہ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

سلوک واحسان

بیعت واصلاح:

سلسلۂ تھانوی، رشیدی، خلیلی اور مدنی کی خوبی یہ ہے کہ مسترشدین اپنے تعلق کو پردہ بلکہ صیغۂ راز میں رکھتے ہیں سو حضرت علامہ صاحبؒ بھی عموماً یہ راز ظاہر نہ فرماتے تھے۔

حضرت مدنیؒ:

شروع شروع میں حضرت علامہ صاحبؒ نے بیعت واصلاح کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے قائم کیا تھا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ:

۱۱رشعبان ۱۴۰۶ھ دوشنبہ بعد نماز عشاء فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کو خلعت خلافت عطا فرمائی۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کو جو خلافت نامہ عطا فرمایا تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

''محترمی جناب مولانا مولوی محمد عثمان صاحب زید کرمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے تمام احوال وکوائف ماشاء اللہ امید افزاء اور قابل مسرت ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق وترقیات عطا فرمائے (آمین)

آپ کی صحبت لوگوں کے لئے ان شاء اللہ مفید ومؤثر ہوگی، جو لوگ آپ کے پاس آئیں ان کے مناسب حال مفید باتیں نہایت خوش خلقی محبت اور نرمی سے بتاتے

رہیں، لہٰذا حق تعالیٰ پر اعتماد کر کے آج مؤرخہ ۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ یوم دوشنبہ بعد نماز عشاء آپ کو اجازت بیعت وخلافت دیتا ہوں جو لوگ آپ کے پاس اصلاح وتربیت کے لئے آئیں ان کو سلسلہ میں شامل فرمائیں اور صحیح طریق سے ان کی تربیت واصلاح فرماتے رہیں، چند امور کا انجام دینا لازم وضروری ہے۔۔

(۱) معاملات کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ عام طور سے اس کے اندر بہت کوتاہی ہوتی ہے۔

(۲) گناہوں سے اجتناب: یہ سب سے زیادہ مضر چیز ہے۔

(۳) معمولات کی پوری پابندی بالخصوص فرائض کا اہتمام، نماز تکبیر اولیٰ سے پڑھنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) تمام امور میں اتباع سنت نبوی کی کوشش رکھی جائے ورنہ کم از کم شریعت کے خلاف تو کوئی کام نہ ہو۔

(۵) پاکیزہ اخلاق پیدا کرنے اور رذائل کے ازالہ کی فکر دائمی طور پر کی جائے۔

اپنے متعلق استحسان وتکمیل اور دوسروں کی تحقیر ذہن سے نکالدیں کہ یہی عجب ہے جو اس راہ میں سب سے زیادہ مہلک ہے اسی کے ساتھ اگر استحقار ناس بھی ہو تو تکبر ہے جس کی مذمت سے قرآن وحدیث لبریز ہے۔

اس اجازت پر بھروسہ کر کے ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ میں کچھ ہو گیا ہوں بلکہ اپنے کو بے حقیقت تصور کر کے مزید ترقی کی فکر میں لگے رہیں۔ ؎

اندریں رہ می تراش می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

رُوحانی امراض کے علاج کا فکر ہر وقت رکھنا بہتر ہے، حضرت اقدس تھانویؒ کی کتابوں کا عموماً اور تربیت السالک انفاس عیسیٰ، الرفیق فی سواء الطریق، ضیاء القلوب، قصد السبیل کا خصوصاً بغور مطالعہ کرتے رہیں، مجھے دعا میں فراموش نہ کریں اور میری حیات تک آنا جانا برقرار رکھیں، یہ نہ ہو تو خط وکتابت ہی کرتے

رہیں، میرے حسن خاتمہ کی دعا اور کم از کم تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف نماز کے بعد پڑھ کر ثواب پہنچا دیا کریں"۔

مظفر حسین المظاہری
۱۱ر شوال ۱۴۰۶ھ

حضرت مفتی عزیز الرحمن بجنوریؒ:

اسی طرح حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوریؒ نے بھی ۶ر ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ درج ذیل خلافت نامہ حضرت علامہ صاحبؒ کو تحریری طور پر عنایت فرمایا تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد!

چونکہ طریقۂ بیعت، طریقت متواتر اور عند الصوفیاء متوارث ہے۔ اور اس طریقہ کا ثبوت قرآن پاک اور سنت شریفہ سے ہے، اس وجہ سے اربابِ طریقت اپنے اپنے سلاسل سے اجازت بیعت، طریقت دیتے آئے ہیں، واللہذا حضرت علامہ محمد عثمان غنی المعروف بالعلامہ شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور جو کہ سلسلہ رشیدیہ خلیلیہ سے منسلک ہیں اور سلسلہ رشیدیہ نہایت اقوم واصوب، طریقہ ہے میں موصوف وممدوح کو اپنے مشائخ کی شرائط کے مطابق سلسلہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ میں بیعت لینے اور طالبین کی اصلاح کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے، ممدوح سے امیدوار ہوں کہ اپنے دعوات الصالحات میں اس حقیر فقیر کو فراموش نہ فرمائیں گے۔ فقط والسلام

عزیز الرحمن غفرلہ
مدنی دار المطالعہ مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور

۶/ذی قعدہ یوم الجمعہ ۱۴۲۳ھ"
گویا حضرت والا سلسلۂ مدنی وتھانوی کے حسین روحانی سنگم بن گئے۔

اندازِ تربیت:

اصلاح کا انداز بھی بڑا پیارا تھا، اپنے مسترشدین کو دینی کتب بالخصوص کتب حدیث کے مطالعہ کا حکم دیتے تھے، عجب وتکبر، ریا وسمعہ اور بداخلاقی سے بچنے کی تلقین وہدایت فرماتے تھے، نماز باجماعت اور اوراد واذکار کی نصیحت بھی فرماتے تھے۔ احقر کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی وفات کے بعد حدیث کے سلسلہ میں جب بھی مراجعت کی ضرورت پڑی تو دو حضرات سے کافی فائدہ پہنچا، جن میں سے ایک تو خود حضرت اقدس علامہ محمد عثمان غنی صاحبؒ تھے دوسرے شعبۂ تخصص فی الحدیث دارجدید کے نگراں اعلیٰ حضرت مولانا زین العابدین مدظلہ العالی ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وقوت کے ساتھ آپ کا سایہ دراز فرمائے۔

معمولات:

صبح فجر سے کافی پہلے اٹھنا اور تہجد کی نماز کے بعد نصر الباری کی تصنیف میں مصروف ہوجانا، نماز فجر تک اس مبارک مشغلہ کے بعد فجر کی ادائیگی، پھر اوراد وظائف اور مختصر ناشتہ کے بعد بخاری شریف کے درس کی تیاری ومطالعہ، خالی گھنٹوں میں اگلے اسباق کی تیاری، دوپہر کو کھانا اور پھر نصر الباری کا کام شروع، مختصر وقت کیلئے قیلولہ، پھر نماز ظہر اور نماز کے بعد پھر وہی نماز عصر تک تدریسی شغل، عصر کے بعد سے مغرب تک نصر الباری کی ترتیب، مغرب کے بعد پھر نصر الباری اور عشاء کے

بعد بخاری یا مسلم کا درس جو عموماً رات گیارہ بجے تک جاری رہتا، پھر مختصر کھانا اور کھانا کھانے کے فوراً بعد نصر الباری کا مشغلہ جو تہجد کے کچھ پہلے تک جاری رہتا، پھر آرام کے لئے اسی مسند پر لیٹ جاتے جس پر بیٹھ کر نصر الباری وغیرہ تصنیف فرماتے تھے۔کل ملا کر آپ اپنے استاذ و مرشد اول حضرت شیخ الاسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دو یا تین گھنٹوں سے زیادہ آرام نہ فرماتے تھے۔آپ اپنی شبانہ روز مصروفیات اور تصنیفی وتالیفی مشاغل ،تدریسی و تحقیقی امور ہر میدان میں وقت کو بطور خاص ملحوظ رکھتے تھے۔اکل وشرب، نماز و عبادت،آرام واستراحت ہر چیز کیلئے آپ کا نظام الاوقات مرتب اور متعین تھا۔

خوبیوں کا مجموعہ:

صبر وعزیمت کے پیکر،عزم وحوصلہ کے کوہِ گراں، استقامت و پامردی کے شاہین صفت انسان،حق گوئی اور بے باکی کی تصویر مجسم،علم وروحانیت کے بے آب وگیاہ سمندر،تواضع وخاکساری اور عجز و نیاز مندی کا بے مثال نمونہ تھے۔

بہر حال علامہ صاحب مختلف النوع خوبیوں کے مالک تھے،آپ اپنی بیماری،ضعف ونقاہت، پیروں سے معذوری کے باوجود گرجدار آواز اور رعب دار لہجے میں اسباق پڑھاتے تھے،آپ کی تقریر اور درس سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آپ طویل مدت سے مختلف بیماریوں کا شکار ہیں،کبھی کبھی بے تکلفی کے ساتھ فرماتے تھے کہ لگتا ہے اب بڑھاپا آگیا ہے،کمزوری محسوس کرنے لگا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی علمی امنگوں، دینی آرزوں، تصنیفی مشاغل اور روحانی سلسلہ کو تاب وتواں کرنے اور نیا عزم وحوصلہ اورنئی اسپرٹ واسپیڈ پیدا کرنے والی ذات گرامی آپ کے استاذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تلمذ اور خوشہ چینی کا فیض تھا، آپ اپنے والدین کی دعاؤں سے پورے طور پر مالا مال رہے کیونکہ آپ نے طبعی عمر سے زیادہ عمر پائی جو والدین کی دعاؤں کا طفیل ہوتا ہے، اسی طرح آپ اپنے اساتذہ کی مستجاب دعاؤں سے بھی مالا مال رہے کیونکہ علم میں برکت، قلم میں پختگی، تصنیفات وتالیفات کی مقبولیت اورعوام وخواص میں آپ کی محبوبیت اساتذہ کی دعاؤں ہی کے طفیل میں ممکن ہے۔

ایک بار عرض کیا کہ حضرت اتنے بڑھاپے اور عمر میں بھی آپ کی آواز بہت بلند ہے اس کا کیا راز ہے؟ فرمایا کہ راز تو کوئی نہیں ہے، زندگی قال اللہ وقال الرسول میں گزر گئی ہے، دونوں عالم میں ان دونوں سے بڑھ کر کوئی کلام نہیں ہے، کلام کی اپنی تاثیر ہوتی ہے، اسی کلام کی برکت ہے کہ الحمدللہ نہ تو ذہن متاثر ہوا ہے نہ ہی بینائی، یہ دونوں علوم پڑھانے والا دماغی بیماریوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

حضرت والا نے تاحیات علمی وتصنیفی کارنامے انجام دئے، قلمی خدمات کے جلی نقوش ان کی کتابوں کی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہیں۔

تربیت کا ایک اور انداز:

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ:

میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ کیا حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ ایک دوسرے کے مخالف تھے؟ فرمایا متعصب اور متشدد لوگوں نے خواہ مخواہ پروپیگنڈہ کیا ہے ورنہ نہ تو حضرت مدنیؒ حضرت تھانویؒ کے مخالف تھے اور نہ ہی حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ کے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ ایک دفعہ حضرت تھانویؒ کے پاس پہنچے تو رات ہوچکی تھی ،وہاں کا گیٹ حسب معمول وقت مقررہ پر بند ہو چکا تھا تو حضرت مدنیؒ نے نہ تو دروازہ کھٹکھٹایا نہ ہی کسی اور ذریعہ سے اطلاع کرائی بلکہ باہر ایک چبوترہ تھا حضرت مدنیؒ اپنے خدام کے ساتھ اسی چبوترہ پر لیٹ گئے صبح حضرت تھانویؒ جب بیدار ہوئے اور حسب معمول باہر نکلے تو حضرت مدنیؒ کو چبوترہ پر آرام کرتے ہوئے پایا، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت !اطلاع کرادی ہوتی ،حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ نہیں نظام الاوقات میں دخل انداز ہونا اچھا نہ تھا اس لئے اطلاع نہ کرائی، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اس کے بعد باقاعدہ تحریر لکھوا کر حضرت مدنیؒ کو اس سلسلہ میں تمام اصول وقواعد سے مستثنیٰ فرمادیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے مخالف قطعاً نہ تھے البتہ سیاسی معاملہ میں حضرت تھانویؒ ذہنی طور پر مسلم لیگ سے قریب تھے جب کہ حضرت مدنیؒ کانگریس سے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت مدنیؒ:

فرمایا کہ میاں !ان بزرگوں نے اپنے کردار وعمل سے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جن پر عمل کر کے انسان اللہ کا ولی بن سکتا ہے، چنانچہ مظفر نگر کے ایک گاؤں کھتولی میں تبلیغ کا جلسہ تھا جس میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ مدعو تھے، اسی گاؤں

میں ایک اورجگہ پروگرام تھا جس میں حضرت مدؒ مدعو تھے،حقیقت یہ تھی کہ منتظمین نے ایک دوسرے کی مخالفت میں ان بزرگوں کو مدعو کیا ہوا تھا اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی تشریف آوری سے لاعلم رکھے گئے، چنانچہ جب حضرت مولانا محمد الیاسؒ کھتولی پہنچے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسی گاؤں میں ایک دوسری جگہ پروگرام ہے جس میں حضرت مدؒ تشریف لائے ہوئے ہیں توحضرت مولانا محمد الیاسؒ نے فرمایا کہ حضرت مدؒ کا اسی گاؤں میں تقریری پروگرام ہے اس لئے یہ پروگرام کینسل کیا جاتا ہے سبھی لوگ حضرت مدؒ کے بیان سے استفادہ کے لئے وہاں تشریف لے جائیں۔ادھر حضرت مدؒ کو پتہ چلا کہ اسی گاؤں میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا تقریری پروگرام ہے تو حضرت مدؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا اسی گاؤں میں تقریری پروگرام ہے اس لئے سبھی لوگ اس میں شرکت کے لئے پہنچیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جلسہ نہ تو ادھر ہوا اور نہ ہی ادھر ہوا لیکن ان دونوں بزرگوں نے اپنے عدیم النظیر کردار وعمل سے بعد والوں کے لئے ایسے رہنما اصول چھوڑ دیئے جن کو اختیار کر کے ہم لوگ دین اور دنیا دونوں جہاں میں فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

دلچسپ لطیفہ:

مسلم شریف کے سبق میں خلیفہ ہارون رشید کا ایک دلچسپ واقعہ سناتے تھے جس سے کچھ دیر کے لئے طلبہ لوٹ پوٹ ہو جاتے،ہنسی پر قابو رکھنا مشکل

ہوجاتا اور طلبہ کے ساتھ حضرتؒ بھی ہنسنے لگتے ،وہ پرلطف واقعہ حدیث نبوی آیة المنافق ثلٰث وان صام وصلی وزعم انه مسلم اذاحدث کذب واذاؤتمن خان '' کے تحت سناتے تھے،لطیفہ یہ ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک قتل ہوگیا تھا ،قاتل کا پتہ نہیں چل رہاتھا،ایک دن ہارون رشید نے قصد کیا کہ وہ خودہی چل پھرکر پتہ لگانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اس نے عام لباس پہنا اور رات کو شہر میں گشت لگانے لگا،خلیفہ ایک مکان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اس کی سماعتوں سے چندعورتوں کی عجیب وغریب سرگوشیاں سنائی دیں،ان عورتوں میں سے ایک بولی ''وہ چلا'' دوسری بولی ''وہ نہیں ہے'' تیسری بولی ''وہ چلا گیا'' خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے ان عورتوں کی گفتگو سنی اور خوش ہوگیا کہ آج پہلی ہی رات میں قاتل کا سراغ لگالیا،ان عورتوں کی گفتگو سے صاف ظاہر ہے کہ قاتل یہیں کہیں چھپا ہوا تھا جو مجھے دیکھ کر نکل بھاگا۔

خلیفہ نے اس مکان پرنشان لگایا اور اپنے محل واپس آگیا کہ صبح پولیس کو بھیج کر ان عورتوں کو گرفتار کرکے قاتل کا صحیح پتہ معلوم کیا جائے گا۔

چنانچہ صبح پولیس پہنچی اوران عورتوں کو گرفتار کرلائی۔خلیفہ نے ان عورتوں سے کہا کہ کل رات تم سب آپس میں فلاں مکان میں کیا گفتگو کررہی تھیں؟

ایک عورت نے اپنی ساتھوں کو مخاطب کرکے کہا کہ ''یہ بھی وہی ہے'' دوسری نے کہا کہ ''اگر وہ ہوتا تو وہ ہوتے'' تیسری نے کہا کہ ''وہ نہیں تو وہ ضرور ہے''۔

اب خلیفہ اور بھی حیران ہوا کہ ابھی تک پہلا معمہ حل نہیں ہوپایا ہے کہ اب

یہ ایک نئی مصیبت سننے کو ملی ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ ان دونوں باتوں کی وضاحت صاف صاف کرو! عورتوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! آپ نے رات کی بات کے لئے طلب کیا تھا اسے بتادیا جائے گا لیکن اس وقت کی گفتگو کے لئے معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اصرار کیا اور کہا تمہیں ہر حال میں بتانا پڑے گا، توانہوں نے عرض کیا کہ اگر ہماری جان بخشی کا وعدہ کیا جائے تو بتلادیا جائے گا، بادشاہ ہارون رشید نے منظور کرلیا کہ جان بخشی گئی اب بتاؤ۔

انہوں نے کہا کہ رات جب ہم آپس میں باتیں کررہی تھیں تو چراغ گل ہونے لگا تو ہم میں سے ایک نے کہا کہ ''وہ چلا'' یعنی چراغ گل ہونے لگا۔ دوسری نے پہلی کی گفتگوسن کر کہا کہ'' وہ نہیں ہے'' یعنی تیل نہیں ہے، اتنے میں چراغ گل ہوگیا تو تیسری نے کہا کہ ''وہ چلا گیا'' یعنی چراغ بجھ گیا۔

خلیفہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ اس کو تو خیال پیدا ہوا تھا کہ جو کام کسی سے نہ ہوا وہ میں نے کرلیا یعنی قاتل کا پتہ چلالیا۔ پھر اس کے بعد خلیفہ نے کہا کہ اب اس وقت تمہارے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں اُن کا مطلب بھی بتاؤ!

انہوں نے جواب دیا کہ جب آپ نے صرف اتنی بات کیلئے دربار عالی میں بلایا تو ہم میں سے ایک بولی کہ ''یہ بھی وہی ہے'' یعنی بیل ہے کہ اتنی بات بھی نہ سمجھ سکا اور دربار میں بلالیا، اس پر دوسری نے کہا کہ'' وہ ہوتا تو وہ ہوتے'' یعنی اگر بادشاہ بیل ہوتا تو سینگ بھی ہوتے، تو تیسری نے کہا کہ'' وہ نہیں تو وہ ضرور ہے'' یعنی اگر بیل نہیں ہے تو گدھا ضرور ہے۔ خلیفہ اس گفتگو سے بہت شرمندہ ہوا کہ میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور گدھا الگ ہوا، پھر ان عورتوں

کومعاف کردیا۔(نصر المنعم:ص ۱۶۲)

روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

ایکسیڈنٹ:

۲۰/اپریل ۲۰۰۰ء کو حضرت علامہ صاحبؒ، حضرت مولانا احمد نصر بنارسی صاحب مدظلہ کے ہمراہ بہار کے ایک جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے وہاں گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور حضرت والا دنوں پیروں سے معذور ہو گئے، چلنے پھرنے پر قدرت نہ رہی، ہر ممکن علاج کرایا مگر بے سود، حضرت فقیہ الاسلامؒ "اس وقت حیات تھے، آپ کے پاس تشریف لے گئے اور مزاحاً مسکراتے ہوئے فرمایا کہ علامہ صاحب! یہ جو آپ کے ساتھ حادثہ ہوا ہے، اور آپ جو دونوں پیروں سے معذور ہو گئے ہیں اس کی وجہ اور مصلحت پر بھی غور کیا کہ نہیں؟ علامہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ ہی بتلادیں؟ فرمایا تا کہ پھر آپ کہیں اِدھر اُدھر نہ جائیں اور آرام سے بیٹھ کر "نصر الباری" مکمل فرمائیں۔

بہر حال یہ تو دو صاحب علم و رُوحانیت بزرگوں کی آپسی گفتگو تھی، لیکن اگر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد نصر الباری کی اگلی جلدیں جلد جلد شائع ہوئی ہیں۔

بیماریوں پر صبر:

بیماریاں گناہوں کو دھلتی ہیں تو بیماریوں پر صبر حسنات میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے سو الحمد للہ علامہ صاحبؒ اتنے دن بیمار رہے جتنے دن اللہ کو منظور تھا اور پھر ہمارے درمیان سے چلے گئے کیونکہ دنیا میں ان کا کام اور سانسیں پوری

ہوچکی تھیں۔اس لئے میں آپ کی رحلت پر اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کے علمی وتصنیفی کارناموں اورشاگردان رشید کی اتنی بڑی تعداد ہے جوان شاء اللہ صدقہ جاریہ کےطور پرآپ کی ترقی درجات کا باعث بنی رہے گی۔

۱۳رجنوری ۲۰۱۱ءمطابق ۸رصفرالمظفر ۱۴۳۲ھ کی رات چار بجے موبائل کی چیخ سن کر بیدار ہوااورجب کان لگایاتوحضرت علامہ صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز جناب مفتی محمود عالم مظاہری کوکلمات ترجیع پڑھتے سن کردل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں،مفتی صاحب نے رقت آمیزآواز میں یہ خبرکلفت اثرسنائی کہ ابھی ابھی حضرت علامہ صاحب سکشم ہوسپٹل میں انتقال فرماگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

موت توبہرحال سبھی کوآنی ہےلیکن علامہ صاحب کی موت اس معنی کرہمارے لئےنہایت ہی المناک تھی کہ اِس وقت مظاہرعلوم میں آپ میرے اساتذہ میں سب سے بڑے اورسب سے قابل احترام تھے۔موت سے کسی کورستگاری نہیں نہ ہی راہ فرارممکن ہے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چوں شد
ہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو بہار شدی چہ شد ما خزاں شدیم چہ شد

علامہ محمدعثمان غنیؒ علوم واعمال میں بھی قابل رشک تھےاورروحانی وعرفانی کمالات میں بھی بلندترلیکن میری نظروں میں آپ کاایک وصف سب سے نمایاں اورفزوں ترہے کہ اتنے بڑے عالم ومحدث کےعموماً کچھ نہ کچھ براچاہنے

والے مخالفین اور ترقی دیکھ کر سیخ کباب ہونے والے حاسدین ضرور ہوتے ہیں لیکن حضرت علامہ صاحبؒ کا کوئی مخالف الحمدللہ میری نظروں میں نہیں ہے، امید ہے کہ جس طرح آپ عندالناس مقبول تھے اسی طرح عنداللہ بھی محبوب ہوں گے۔

خواب میں ملک الموت کی زیارت:

بیمار تو کافی دنوں سے تھے لیکن انتقال سے پہلے ایک بار رات میں اٹیک کا حملہ ہوا فوری طور پر طلبہ وخدام نے سہارنپور کے ضلع اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرایا افاقہ نہ ہوا تو میرٹھ کے ایک معیاری ہوسپٹل ''دھنونتری'' میں داخل کئے گئے افاقہ ہوا تو مدرسہ تشریف لے آئے، چند دنوں کے بعد ایک رات کو تینے اپنے صاحب زادے مولانا محمد عمران قاسمی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں مر چکا ہوں، چنانچہ اسی وقت وصیت لکھنی شروع کر دی اور فرمایا کہ ویسے تو نماز جنازہ پڑھانے کا حق تمہارا ہے لیکن تم اپنا یہ حق ناظم صاحب کو دے دینا۔ پھر کتابوں کے متعلق فرمایا کہ میری ذاتی کتابیں اور الماریاں جامعہ عثمانیہ بیگوسرائے کے لئے وقف ہیں۔

صبح ہوئی تو نہایت ہشاش بشاس تھے، غسل وغیرہ کے بعد اچھے سے کپڑے زیب تن فرمائے، خوشی آپ کے چہرے بشرے سے ہویدا تھی، ہم لوگ حضرت ناظم صاحب مدظلہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ رات میں نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا جو مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تمہاری جگہ اب یہ نہیں وہ ہے، اس لئے اب میں مرنے کے لئے پوری طرح

تیار ہوں، میرے دل میں جو درد تھا وہ اب نہیں رہا، خودکو پوری طرح صحت مند محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدی مرادآباد بھی ان ہی ایام میں سہارنپور مجلس شوری کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، علامہ صاحب سے ملاقات کیلئے حسب معمول تشریف لے گئے احقر ساتھ تھا ان سے بھی ملک الموت کی زیارت وملاقات کا تذکرہ کیا۔

واپسی میں حضرت مولانا نسیم احمد غازی مدظلہ نے احقر سے فرمایا کہ اب اندازہ یہ ہے کہ حضرت علامہ صاحب زیادہ دنوں تک حیات نہیں رہیں گے اس طرح اچانک صحت مند ہوجانے کو ''سنبھالا'' کہتے ہیں۔

نے حسرت تسلی ، نہ ذوق بے قراری
یک درد و صد دوا ہے یک دست و صد دعا ہے

آخری غذا آخری مشروب:

وفات سے پہلے کھانے کی کوئی بھی چیز پیش کی جاتی تو سختی کے ساتھ منع کر دیتے اور فرماتے کہ خواہش نہیں ہے لیکن اسی اثنا میں جناب مولانا مفتی ابوالکلام قاسمی استاذ حدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے لئے مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجوریں لایا ہوں تناول فرمائیں گے؟ فرمایا کہ ہاں مدینہ طیبہ کی کھجوریں کھاؤں گا، مفتی ابوالکلام نے کھجوریں پیش کیں جو تعداد میں پانچ تھیں، حضرت نے پانچوں کھجوریں

کھائیں۔ پانی پینا پہلے سے چھوڑ رکھا تھا لیکن جب مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے لئے زمزم بھی لے کر آیا ہوں، خوش ہوگئے اور فرمایا کہ ہاں زمزم بھی پیوں گا۔ چنانچہ آپ نے برضا ورغبت زمزم نوش فرمایا۔

بہار آخر شد:

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری مدظلہ کی بات حرف حرف صحیح ثابت ہوئی، کچھ ہی دنوں کے بعد پھر اچانک طبیعت خراب ہوگئی تو فوری طور پر دہلی روڈ سہارنپور کے سکشم ہوسپٹل میں داخل کئے گئے۔

ڈاکٹروں نے ہر ممکن کوششیں کیں کہ آپ کا مرض کنٹرول میں آجائے لیکن ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' حضرت کو افاقہ نہ ہوا، ایک مرض پر کنٹرول ہوتا تو دوسرا مرض رونما ہوجاتا، بلڈ پریشر کبھی اتنا کم ہوجاتا کہ زندگی سے مایوسی ہونے لگتی اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا کہ زندہ رہنے کا امکان ختم ہوجاتا۔

بخار اس قدر تھا کہ ڈاکٹروں کو بھی حیرت تھی، بخار کی شدت کی وجہ سے حضرت پر غشی طاری ہوجاتی، جب ہوش میں آتے تو کلمۂ طیبہ لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ پڑھنے لگتے اور وہاں موجود اپنے خدام و متعلقین سے فرماتے کہ گواہ رہنا میں بہ ہوش وحواس کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ پھر پڑھتے من قال لاالہ الااللہ دخل الجنۃ۔

کبھی کبھی ہوش میں آتے تو وہ دعا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مانگی تھی آپ بھی وہی دعا شروع کردیتے اللھم الرفیق الاعلیٰ، اللھم الرفیق الاعلیٰ۔

دنیا میں ہوا سب کو تری موت کا صدمہ
پہروں ملک الموت نے بھی ہاتھ ملے ہیں

آخری کلمات:

زمزم نوش فرمانے کے بعد پھر کلمہ طیبہ پڑھنے لگے اس کے بعد اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

قیدحیات و بندغم،اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

چند مؤقر واردین:

انتقال کی خبر کلفت اثر بہت جلد ملک اور ملک سے باہر کانوں کان پہنچ گئی، دوردراز سے فون آنے لگے،نماز جنازہ میں حضرتؒ کی منشاء کے مطابق تعجیل پیش نظر رہی۔

نماز جنازہ میں شرکت کیلئے دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی نائب مہتمم،مولانا محمد عبداللہ معروفی،مفتی محمد راشد اعظمی، وقف دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا مفتی فریدالدین قاسمی وغیرہ،گنگوہ سے مفتی خالد سیف اللہ،میرٹھ سے مولانا شاہین جمالی وغیرہ تشریف لے آئے۔

تجہیز وتکفین:

اتفاق کی بات تھی کہ حضرت ناظم صاحب مدظلہ علامہ صاحبؒ کے انتقال

سے چند گھنٹے پیشتر گجرات کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، حضرت علامہ صاحب کے لائق فائق فرزند جناب مولانا محمد عمران قاسمی صاحب ان دنوں والد ماجد کی خدمت اور ہر ممکن علاج ومعالجہ کے لئے یہیں موجود تھے، حضرت ناظم صاحب کے سفر پر ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے احاطہ دارالطلبہ قدیم میں بعد نماز ظہر جناب مولانا محمد عمران قاسمی نے نماز جنازہ پڑھائی، کثیر تعداد میں طلبہ وعلماء، قرب وجوار کے دینی مدارس کے ذمہ داران اور ہمدردان مظاہر علوم اور دارجدید کے طلبہ اور بعض اساتذہ نے شرکت کی۔

قبرستان حاجی شاہ کمال میں اپنے پیرومرشد فقیہ الاسلامؒ حضرت مفتی مظفر حسینؒ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ صاحبؒ کی قبر مبارک کو نور سے منور فرمائے، ان کی تمام روحانی وجسمانی اولاد اور متعلقین کو حضرت کے لگائے ہوئے علمی کاموں اور بتائے ہوئے رہنما طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة:

الا من صدقة جارية

او علم ينتفع به

او ولد صالح

(الحديث)

باقيات الصالحات

باقیات الصالحات:

تصنیفات وتالیفات

تصنیف وتالیف کا مبارک سلسلہ حضرت علامہ صاحبؒ نے شروع ہی سے جاری رکھا ہے لیکن اپنی تصانیف کو جمع کرنے کا خیال کبھی نہیں آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں آپ کی اپنی تصانیف معدودے چند ملتی ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ پرانی تصانیف کے علاوہ جدید ترین تصنیفات بھی نہیں ملتی ہیں مثلاً فیض الامامین جو جلالین شریف کی شرح ہے عام کتب خانوں میں تو دستیاب ہے لیکن حضرت نے اپنے پاس جمع رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

بہر حال ''نیکی کر دریا میں ڈال'' والا فارمولہ بھی ہمارے اکابر کا اسوہ رہا ہے۔ اس لئے ذیل میں علامہ صاحب کی چند اہم کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

آئینۂ حقوق:

حضرت والا نے یہ کتاب معاشرہ کی اصلاح پر اس وقت لکھی تھی جب آپ کپڑے کی تجارت کر رہے تھے۔

پچاس صفحات پر مشتمل یہ کتاب حقوق کے موضوع پر قیمتی مضامین پر مشتمل ہے جس میں خاص طور پر حقوق العباد، حقوق الوالدین، حقوق زوج، حقوق زوجہ، حقوق اولاد اور حقوق مسلم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مکتبہ اسعدیہ سہارنپور نے یہ کتاب شائع کی ہے۔

التقریرالکافی نوٹ بیضاوی شریف

نصرالمنعم کے طرز پرسوال وجواب کے انداز میں بیضاوی شریف کا نہایت ہی مختصر، جامع اورعام فہم نوٹ ہے،جس سے دینی مدارس میں بیضاوی شریف کے طلبہ کو کتاب کے مشکل مباحث حل کرنے میں بہت آسانی ہوجاتی ہے۔

ناشر نے طبع اول کے موقع پرلکھاتھاکہ

''التقریرالکافی تالیف فرمودہ حضرت مولاناعلامہ محمدعثمان غنی صاحب شیخ الحدیث مظاہرعلوم وقف سہارنپورکی جامع ترین تفسیروتشریح ہے،حضرت علامہ موصوف مدظلہ کواللہ تعالیٰ نے حدیث وتفسیرمیں ایک خاص ملکہ عطافرمایاہے۔اسی وجہ سے اہل علم کے درمیان حضرت علامہ کی تصانیف مقبول ہیں،آپ کی تصانیف کی بہت سی خصوصیات ہیں۔

زیرنظرتفسیروتشریح اگرچہ مختصرہے مگرنہایت جامع اوراہم ترین مباحث پرمشتمل ہے۔راقم الحروف اجازت خاص کے ساتھ اس کی طباعت کراکرپیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہے''

کئی مکتبوں سے یہ کتاب شائع ہورہی ہے،جس میں زکریابکڈپواورمکتبہ اسعدی سہارنپورقابل ذکرہیں۔

درایۃ الادب شرح ہدایۃ الادب:

درس نظامی میں عربی علم وادب کوجوافضلیت اوربرتری حاصل ہے،اسی طرح عربی زبان میں جووسعت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اس کی نظیردنیاکی کسی اورزبان میں نہیں ہے۔

مشہورومعروف کتاب ''درایۃ الادب''جوپہلے اکثرمدارس میں داخل

نصاب اور علماء کے زیر مطالعہ تھی۔ علامہ صاحبؒ نے اس کتاب کی شرح لکھنے کی ضرورت محسوس کی آپ کے بعض احباب نے اس جانب خصوصی توجہ دلائی تو آپ نے حسب عادت سہل انداز میں اس کی شرح سپرد قلم فرمائی۔

یہ کتاب سب سے پہلے بنگلہ دیش سے شائع ہوئی تھی۔ اب یہ کتاب نایاب ہو چکی ہے۔

نصر المنعم:

مسلم شریف کا مختصر جامع نوٹ ہے، اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مختلف مکتبوں سے سال میں کئی کئی ایڈیشن شائع ہوتے ہیں۔ کل صفحات ۳۰۵ ہیں، سائز: ۱۶۔۳۰۔۲۰ ہے۔

سوال اور جواب کے انداز میں مسلم شریف کے ان اہم مباحث کو اختصار کے ساتھ جمع فرمایا ہے کہ مسلم کا لب لباب ہو گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے کہ ''نصر المنعم بحل سوالات صحیح مسلم محدث عظیم، مصنف فخیم، عالم نبیل، بطل جلیل حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی مدظلہ (خلیفہ ومجاز فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین) استاذ تفسیر وحدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور کی تالیف لطیف ہے، جس میں صحیح مسلم کے کلیدی مباحث، اصولی وفروعی مسائل، اختلاف الائمہ اور ان کے محدثانہ ومحققانہ دلائل وبراہین نہایت آسان وسہل انداز میں اختصار وجامعیت کے ساتھ ودیعت رکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب اپنی عظمت شان اور قوت برہان میں مصنف کی دیگر کتب کی طرح ''دریا بہ حباب اندر'' کا مصداق ہے''۔

نصر الباری:

تیرہ جلدوں پر مشتمل بخاری شریف کی اردو شرح ''نصر الباری'' کو علمی طبقہ میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور ہند و پاک و بنگلہ دیش سے بیک وقت جس کثرت سے شائع ہو رہی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ''نصر الباری'' دور حاضر میں اردو کی سب سے مقبول شرح ہے، اسی طرح اس کتاب کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ اُردو زبان میں بخاری کی پہلی مکمل شرح ہے اس سے پہلے اردو کی مکمل شرح نہیں تھی۔

''نصر الباری'' کے بارے میں ایک بار رفیق محترم مفتی محمود عالم صاحب رام پوری استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور سے علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ

''میں عموماً رات کو تین بجے کے بعد نصر الباری لکھتا ہوں، کبھی کبھی جنات دروازہ پر دستک بھی دیتے ہیں مگر میں اپنے کام میں مشغول رہتا ہوں''۔

حضرت علامہ صاحب نے مظاہر علوم کی اہم ترین تدریسی مشغولیتوں کے باوجود نصر الباری کی شکل میں جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے وہ محض توفیق الٰہی ہے، آپ کی یہ عظیم الشان حدیثی خدمت علمی حلقوں میں جس قدر مقبول ہے، کتابی دنیا میں بہت کم اس کی نظیر ملتی ہے، سال میں کئی کئی ایڈیشن اس کتاب کے شائع ہو کر فروخت ہو جاتے ہیں، علماء وطلبہ کی ذاتی لائبریریاں اور عام وخاص مدارس کے کتب خانے ''نصر الباری'' کے وجود سے الحمد للہ محروم نہیں ہیں، اہل علم کی زبانوں پر علامہ صاحب کا نام اور طبقہ علماء میں علامہ صاحب کا کام بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ذیل میں نصر الباری کی ہر جلد کے کل صفحات بشمول پارہ، باب نمبر اور سن طبع اول درج کیا جارہا ہے تا کہ حضرات محققین، عزیز طلبہ اور معزز علماء کے لئے آسانی ہوسکے۔

جلد نمبر	کل صفحات	پارہ	باب نمبر	حدیث نمبر	طبع اول
۱	۵۵۷	۱	۱۔۹۵	۱۔۱۳۴	مارچ ۱۹۹۷ء
۲	۴۷۲	۱۔۲	۹۶۔۲۲۸	۱۳۵۔۴۱۵	جولائی ۱۹۹۹ء
۳	۴۹۶	۲۔۳	۲۲۹۔۵۱۸	۴۱۶۔۷۷۴	جون ۲۰۰۱ء
۴	۵۱۹	۳۔۵	۵۱۹۔۸۴۷	۷۷۵۔۱۲۵۸	دسمبر ۲۰۰۲ء
۵	۶۰۰	۵۔۸	۸۴۸۔۱۲۷۸	۱۲۵۹۔۱۹۲۷	نومبر ۲۰۰۳ء
۶	۶۷۲	۸۔۱۱	۱۲۷۹۔۱۷۴۳	۱۹۲۸۔۲۶۰۱	ستمبر ۲۰۰۴ء
۷	۸۸۲	۱۱۔۱۵	۱۷۴۴۔۲۱۶۸	۲۶۰۲۔۳۶۸۳	جنوری ۲۰۰۶ء
۸	۵۵۲	۱۶۔۱۸	۲۱۶۹۔۲۲۵۹	۳۶۸۴۔۴۱۳۶	مارچ ۱۹۹۷ء
۹	۷۹۲	۱۸۔۲۰	۲۲۶۰۔۲۶۲۵	۴۱۳۷۔۴۶۴۳	مارچ ۱۹۹۷ء
۱۰	۶۳۲	۲۰۔۲۴	۲۶۲۶۔۳۰۸۴	۴۶۴۴۔۵۳۹۳	جون ۲۰۰۶ء
۱۱	۵۸۴	۲۴۔۲۷	۳۰۸۵۔۳۵۰۶	۵۳۹۴۔۶۱۹۴	مئی ۲۰۰۷ء
۱۲	۴۵۶	۲۷۔۲۹	۳۵۰۷۔۳۷۶۶	۶۱۹۵۔۶۶۷۰	ستمبر ۲۰۰۷ء

۱۳ ۴۱۲ ۲۹۔۳۰ ۳۷۶۲۔۳۹۲۱ ۱۶۶۷۔۲۰۷۳ مئی۲۰۰۸ء

ابواب:

بہتر سمجھتا ہوں کہ ہر جلد میں شامل عناوین وابواب بھی لکھدئے جائیں تا کہ نصرالباری کی ہر جلد کے مشمولات واضح ہوکر بیک نظر قارئین کرام کے سامنے آجائیں اور مطلوبہ باب، جلد اور حدیث تک رسائی آسان ہوسکے۔

جلداول:

کتاب الوحی۔ کتاب الایمان۔ کتاب العلم۔

جلددوم:

کتاب الوضوء۔ کتاب الغسل۔ کتاب الحیض۔ کتاب التیمم۔ کتاب الصلوۃ۔

جلدسوم:

کتاب الصلوۃ۔ کتاب مواقیت الصلوۃ۔ کتاب الاذان۔

جلدچہارم:

کتاب الاذان۔ کتاب الجمعہ۔ ابو اب صلوۃ الخوف۔ کتاب العیدین۔ ابواب الوتر۔ ابواب الاستسقاء۔ ابواب الکسوف۔ ابواب ماجاء فی سجود القرآن وسنتها۔ ابواب تقصیر الصلوۃ۔ کتاب التهجد۔ کتاب الجنائز۔

جلد پنجم:

کتاب الجنائز۔کتاب الزکوۃ۔کتاب المناسک۔ابواب العمرۃ ۔کتاب الصوم۔کتاب صلوۃ التراویح۔ابواب الاعتکاف۔

جلد ششم:

کتاب البیوع ۔کتاب السلم ۔کتاب الکفالۃ۔کتاب الوکالۃ۔ابواب الحرث والمزارعۃ ۔کتاب المساقاۃ۔کتاب فی الاستقراض ۔کتاب الخصومات ۔کتاب اللقطۃ۔ابواب المظالم والقصاص ۔کتاب الشرکۃ ۔کتاب المکاتب۔کتاب الشھادات ۔کتاب الصلح۔کتاب الشروط۔کتاب الوصایا۔

جلد ہفتم:

کتاب الجھاد۔کتاب بدأالخلق ۔کتاب الانبیاء علیھم السلام ۔کتاب المناقب۔

جلد ہشتم:

کتاب المغازی۔

جلد نہم:

کتاب التفسیر۔

جلد دہم:

کتاب فضائل القرآن۔کتاب النکاح ۔کتاب الطلاق۔کتاب

النفقات ۔کتاب الاطعمۃ۔کتاب العقیقۃ۔کتاب الذبائح والصید۔کتاب الاضاحی۔کتاب الاشربۃ۔کتاب المرضیٰ۔کتاب الطیب۔

جلد یازدہم:

کتاب اللباس ۔کتاب الادب ۔کتاب الاستیذان ۔کتاب الدعوات۔کتاب الرقاق۔کتاب الحوض۔کتاب القدر۔

جلد دوازدہم:

کتاب الایمان والنذور۔کتاب کفارۃ الایمان ۔کتاب الفرائض ۔کتاب الحدود ۔کتاب المحاربین من اھل الکفروالردۃ۔کتاب الدیات۔ کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم ۔کتاب الاکراہ،کتاب الحیل۔کتاب التعبیر۔کتاب الفتن۔

جلد سیزدہم:

کتاب الاحکام ۔کتاب التمنی ۔کتاب اخبار الآحاد۔کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔کتاب الرد علی الجھمیۃ وغیرھم التوحید۔

مکتبہ زکریا دیوبند نے شائع کی ہے۔

فیض الامامین:

درس نظامی میں شامل تفسیر کی معرکۃ الآراء کتاب جلالین شریف کی شرح

فیض الامامین تحریر فرمائی جو مکمل چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

کتاب کے ناشر نے اس شرح کی مندرجہ ذیل خصوصیات لکھی ہیں۔

☆ ترجمہ وتفسیر اتنی آسان اردو میں کی گئی ہے کہ عوام وخواص اس کو یکساں سمجھ سکیں۔

☆ تفسیر میں ربط آیات کے نام سے عنوان لگا کر سابقہ آیات سے ربط قائم کر دیا گیا ہے۔جس سے کہ قاری کو مکمل مفہوم واضح ہو جائے گا۔

☆ تحقیق وتشریح کا عنوان لگا کر ہر آیت کی جامع تحقیق وتشریح کر دی گئی ہے۔

☆ شان نزول کے تحت قرآن شریف کی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب اور پس منظر بیان کر دیا گیا ہے۔

☆ مشکل عربی الفاظ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ نحوی وصرفی ترکیب کا بھر پورا ہتمام کیا گیا ہے،جس سے عام طبقہ کو بھی قرآن مجید سمجھنے میں مدد مل سکے۔

یہ کتاب مکتبہ فیض القرآن دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

نصر الحیات:

نصر الباری کی غیر معمولی مقبولیت کے باعث مختلف علمی حلقوں سے تقاضا شروع ہوا کہ نصر الباری کے طرز پر مشکوۃ شریف کی بھی شرح لکھی، حضرتؒ نے عدیم الفرصتی کے باوجود مشکوۃ شریف کی مختصر،جامع اور آسان اردو زبان میں شرح لکھنی شروع کی۔

جس طرح حضرت نے نصر الباری کی شروعات کی تھی یعنی بخاری جلد ثانی

کی کتاب المغازی سے اپنی شرح کی ابتدا کی تھی اسی طرح مشکوۃ شریف کی جلد ثانی سے نصر الحیات کی ابتدا فرمائی کیونکہ عموماً مشکوۃ کی جلد اول کی شروحات بسہولت دستیاب ہیں لیکن ثانی کی نہیں۔

مشکوۃ جلد ثانی کی پہلی جلد کا نمبر شمار پانچ ہے جس میں باب ۱۳ر سے باب ۱۷ر تک اور حدیث نمبر ۲۹۳۹ سے حدیث نمبر ۳۶۰۵ تک مشتمل ہے اس جلد میں کتاب النکاح، کتاب العتق، کتاب القصاص، کتاب الحدود، کتاب الامارۃ والقضاء شامل ہیں، کل صفحات ۴۸۸ ہیں

یہ کتاب پہلی بار ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق مئی ۲۰۰۸ء میں زکریا بکڈ پو دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

پرچہ سوالات امتحانات:

حضرت کے خزانۂ عامرہ میں بڑے سائز کا ایک مستقل رجسٹر ہے جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے، اس رجسٹر میں آپ نے درس نظامی کی درج ذیل کتابوں کے متعلق دینی مدارس کے ششماہی اور سالانہ امتحانات کے سوالات بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد مرتب طور پر تحریر فرمائے ہیں۔

بخاری، مسلم، ترمذی، ابواؤد، شمائل، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک، مشکوۃ، بیضاوی، ہدایہ اولین، ہدایہ اخیرین، درمختار، رسم المفتی، سلم العلوم، مقامات حریری، شرح عقائد نسفی، جلالین، مدارک التنزیل، شرح جامی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کشاف، الاشباہ والنظائر، نورالانوار، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مسلم الثبوت،

نخبۃ الفکر، سراجی، مقدمہ مشکوۃ، الفوز الکبیر۔

مذکورہ کتابوں کے متعدد سوالات اس رجسٹر میں درج ہیں، چنانچہ بخاری جلداول کے بیس سوالات موجود ہیں۔اس سے ایک بڑا فائدے یہ ہوا کہ حضرت کے پاس جوبھی کتاب بغرض امتحان آتی توفوری طور پراس کشید کردہ مجموعہ سے سوالات تحریر فرما کر داخل دفتر کردیتے۔

جن حضرات کے پاس مصروفیات کے باعث وقت کم ہے ایسے لوگوں کے لئے یہ رجسٹر خاصے کی چیز ہے۔

امتحانات تقریری ہوں یاتحریری حضرت والا کے سوالات عموماً سہل اورآسان ہوتے تھے، گھماؤ پھراؤ، ادق وپیچیدہ عبارات، مشکل ابحاث اورلاینحل اختلافات سے گریز فرماتے تھے، اسی طرح احناف کا مسلک اوردلائل بطورخاص دریافت کرتے تھے، کتاب کے مصنف کے حالات اورعبارات پراعراب وحل عبارات پرخصوصی توجہ دیتے تھے۔

جامعہ عثمانیہ:

صوبہ بہار جہاں ''شمس الہدی بورڈ'' سے ملحق ''سرکاری مدارس'' کی بڑی تعداددینی تعلیم کے نام پردین اورتعلیم کی روح مسخ کرنے کے درپے ہے، بورڈ سے ملحق تقریباً تمام مدارس کانصاب تعلیم اورنظام تربیت نہایت درجہ ابتری کاشکار ہے، سرکاری تعطیلات، سرکاری وفود کی تملق وچاپلوسیاں، آفیسران کی دی جانے والی رشوتیں اورسچے جھوٹے کاغذات کے سہارے ترقی کی خواہشات نے

حقیقت یہ ہے کہ اُن مدارس کی روح کو جو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور وہاں پروان چڑھنے والی نسل کی دماغی وذہنی جو کایا پلٹ ہوئی ہے اس کی زہرنا کیوں اورخطرناکیوں کا احساس دیگر صاحبان علم وبصیرت کے ساتھ حضرت الاستاذ مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کو بھی بدرجۂ اتم تھا چنانچہ اسی درد اور فکر کو لے کر ۲۰۰۸ء میں حضرتؒ نے اپنے وطن چلمل ضلع بیگوسرائے میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آزادی کے ساتھ دین کی تعلیم اور مسلم بچوں کی عمدہ تربیت کر سکے۔

اس مدرسہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر دیگر حضرات اہل علم کے علاوہ لال باغ شاہی مسجد کے امام وخطیب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عمران ازہری بھی تشریف لائے تھے۔

جامعہ عثمانیہ کے بانی محترم کا اخلاص وللّٰہیت اور علاقہ میں اس کی تعلیمی وتربیتی عمدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ چند سال میں اتنی ترقی پا چکا ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے عام طور پر دسیوں سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔

اولاد واحفاد:

حضرت نے دو شادیاں کی تھیں پہلی بیوی کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا جن سے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی البتہ تین صاحب زادیاں تولد ہوئیں جو حضرتؒ ہی کی حیات میں فوت ہوگئیں۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی، دوسری بیوی سے تین صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادے مولانا محمد عمران قاسمی ہیں، سبھی لوگ

الحمدللہ حیات ہیں۔

مولانا محمد عمران کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت کی دوسری بیوی کا انتقال حضرتؒ کے وصال سے دو سال پہلے ۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ کو ہوا تھا۔

اذکروا محاسن موتاکم (الحدیث)

کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

تعزیتی اجلاس

۱۵ر جنوری کو مظاہر علوم وقف سہارنپور کی دارالحدیث میں حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کے انتقال پر ملال پر ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا، جس میں ہزاروں طلبہ اور اساتذہ نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز محمد شاہ کشمیری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولوی علی اکبر چمپارنی نے حضرت کی شان میں مرثیہ پڑھا، مفتی محمد علی حسن مظاہری نے کہا کہ علامہ صاحب طلبہ کے لئے نہایت شفیق و مہربان بلکہ باپ کے درجہ میں تھے۔

مولانا محمد احکام قاسمی:

مولانا محمد احکام قاسمی نے کہا کہ علامہ صاحب کی یکسوئی، خاموش مزاجی، علمی شغف اور تصنیفی مشاغل کا نتیجہ نصر الباری اور نصر الحیات جیسی بلند پایہ کتابوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

مولانا محمد غیور قاسمی:

مولانا محمد غیور قاسمی نے کہا کہ موصوف نے ہزاروں طلبہ کو انگلی پکڑ کر وادی علم وعرفان میں چلنا سکھایا ہے۔

مولانا جمیل احمد مظاہری:

مولانا جمیل احمد مظاہری نے کہ علامہ صاحب میرے استاذ تو نہیں تھے لیکن ان کے علمی انہماک اور خدمات حدیث کی وجہ سے مولانا کی قدر و منزلت میرے دل میں موج زَن ہے۔

مولانا محمد عمران قاسمی:

صاحبزادۂ گرامی مولانا محمد عمران قاسمی نے اس المناک حادثہ پر بلیغ گفتگو فرمائی۔

نائب قاضی شہر جناب ندیم اختر:

نائب قاضی شہر جناب ندیم اختر نے مظاہر علوم اور اکابر مظاہر سے اپنے خانوادہ کے قدیم تعلقات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مولانا کا انتقال نا قابل تلافی نقصان ہے۔

مفتی محمود عالم مظاہری:

مفتی محمود عالم مظاہری نے علامہ صاحب کی مختلف خوبیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ علامہ صاحب بہترین مقرر، شاندار مناظر اور کامیاب محدث ومفسر تھے۔

ناصر الدین مظاہری:

ناظم پروگرام ناصر الدین مظاہری نے کہا کہ وقت کی قدر دانی اور ہمہ وقت

علمی مشاغل علامہ صاحب کا خاص وصف تھا۔

مولانا نثار احمد مظاہری:

پروگرام کی صدارت مولانا نثار احمد مظاہری نے کی اور صدارتی کلمات میں کہا کہ تعزیت کس سے کی جائے حقیقت یہ ہے کہ ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں اوراب ہمارا فرض یہ ہے کہ حضرت علامہ صاحبؒ کے علوم ومعارف کو آگے بڑھائیں اور روزآنہ ایصال ثواب کرتے رہیں۔

مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی:

اس درمیان معروف عالم دین مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی نے فون پر تعزیت مسنونہ کی اور فرمایا کہ میں سفر میں ہونے کی وجہ سے نہ آسکا، اللہ تعالیٰ مظاہر علوم کو حضرت کا نعم البدل، پسماندگان کو صبر جمیل اور علامہ صاحبؒ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔

پروگرام میں مولانا احمد سعید مظاہری، مولانا محمد سلمان مظاہری، مولانا خورشید مظاہری، مولانا مستقیم مظاہری اور مفتی محمد نعیمی وغیرہ نے بھی شرکت کی۔

رات ۱۱ بجے مولانا نثار احمد مظاہری کی دعا پر یہ پروگرام ختم ہوا۔

تشکر وامتنان:

تعزیت مسنونہ کے لئے ملک وبیرون ملک سے اہل علم اور حضرت علامہ صاحبؒ کے متعلقین کی آمد کا سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔

اسی طرح ملک کے مختلف دینی اداروں میں حضرت علامہ صاحب کے لئے قرآن خوانی، ایصال ثواب، دعاء مغفرت اور تعزیتی نشستوں کا اہتمام کیا گیا، جس کی تفصیلات مختلف اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوتی رہیں۔

احقران تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہے جنہوں نے استاذ محترم کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمایا اسی طرح ان تمام اخبارات وجرائد اور ویب سائٹس کے مدیران گرامی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے علامہ صاحبؒ کے تعلق سے خبروں اور مضامین کو اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔

أسأل الله سبحانه أن ينفع به قبل الناس نفسي وأن يجعله ذخراً إلي في يوم رمسي۔ ولايفوتني أن أذكر بالخير من أعان على إتمام هذا الكتاب ونشره۔

أسأل الله لي ولهم التوفيق والاجتماع في مستقر رحمته في دار الكرامة والحمد لله أولاً، والحمد لله آخراً۔ ولاحول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔

ناصر الدین مظاہری

''مدیر ماہنامہ آئینۂ مظاہر علوم''

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

۱۵ر ج۲ر ۱۴۳۲ھ

كلام منظوم

موت کی آغوش میں وہ باندھ کر رخت سفر

موت کی آغوش میں وہ باندھ کر رخت سفر
ہوگیا دنیا سے رخصت ،آج عثمان غنی
وہ محدث ،وہ مفکر،صاحب فکرونظر
تھا یقینا جو علم بردار فکر و آگہی
اب وہ عثمان غنی اس دارفانی میں کہاں
جو وفا کے طور پر،دیتا تھا درس آگہی
طالبان علم ہیں فرقت میں اس کی اشکبار
علم کے میدان میں ،جس نے بسر کی زندگی
دارفانی سے وہ اٹھا،مردحق گوحق نگر
تھا ظفرؔ ’’معجزقلم‘‘ جو ’’شیخ عثمانِ غنیؒ ‘‘
۲۰۱۱=۱۷۲۱ +۲۲۹

نتیجۂ فکر
علامہ سید عبدالعزیز ظفر جنکپوری
امام وخطیب شاہی مسجد خواہ پیر،فرینڈس کالونی نئی دہلی ۶۵

تاریخ رحلت حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ

ہشت بُد صفر المظفر سیزدہ بُد جنوری
شد رواں از دارفانی علامہ عثماں غنی
بست وصد و یازدہ ہم بود سال عیسوی
گفت داعی اجل لبیک عثمانِ غنی
سال ہجری چہاردہ صدہم وسی ودوبہم
کن رقم تاریخِ رحلت حضرت عثماں غنی
روز پنجشنبہ چہار ساعت چوں شد وقت سحر
کرد رحلت حضرت العلام عثمانِ غنی

از

حافظ محمد طیب خوشنویس
بڈھاکھیڑہ سہارنپور

مرثیہ بر وفات حضرت علامہ محمد عثمان غنیؒ

از: مولوی علی اکبر چمپارنی متعلم عربی ششم مظاہر علوم وقف سہارنپور

صدحیف آج حضرت عثمان چلے گئے
لاکھوں میں جو تھے ایک وہ انسان چلے
گئے
اللہ وارثین کو صبر جمیل دے
مغموم کر کے شہر خموشاں چلے گئے
دیوار و در اداس مظاہر کے ہوگئے
علم وعمل کے لعل بدخشاں چلے گئے
تاحشران کی قبر بھی جنت نشاں رہے
دنیا سے لیکے دین کا ساماں چلے گئے
درس حدیث کے جو تھے بے تاج بادشاہ
علماء کے دل کالے کر وہ ارماں چلے گئے
رخشندگی تھی جن سے مظاہر علوم میں
افسوس ایسے مہر درخشاں چلے گئے
جن کو ملا تھا حضرت علامہ کالقب
لاکھوں کو علم دے کر مہرباں چلے گئے
شعروں میں ڈھونڈ لائے ہیں اکبرؔ یہ چند پھول

صد حیف ! ایسے صاحب ایماں چلے گئے

اللہ نے دی ان کو یوں موت دُلاروں میں

ناصرالدین مظاہری

۱۸ ؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۲ھ کی رات میں اچانک حضرت الاستاذ مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ کی یاد آنے لگی۔مصرع اول ’’غمگین صدائیں ہیں رنگین شراروں میں‘‘ دماغ میں آکر زبان سے وارد ہوا تو قلم کاغذ سنبھالا اور اسی ردیف وقافیہ اور بحر پر درج ذیل اشعار منظوم ہوتے چلے گئے۔

یہ اشعار اوزان وبحور کے لحاظ سے صحیح ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ اس فن کے ماہرین ہی کرسکتے ہیں کیونکہ شعر گوئی احقر کا کبھی میدان نہیں رہا۔(ن م)

غمگین صدائیں ہیں رنگین بہاروں میں
دنیا سے گئے لیکن.....موجود نظاروں میں
تفسیر و فقہ حضرت کیا کیا نہ پڑھاتے تھے
اخلاص کے پیکر اب سوتے ہیں قراروں میں
عثمان غنی تم نے جب رخت سفر باندھا

کچھ لوگ تو ہیں رنجیں اور کچھ ہیں فگاروں میں
مولانا حسین احمد مدنی کے چہیتے تھے، تھے گرویدہ
ہوتا ہے کوئی ایسا لاکھوں میں ہزاروں میں
اب شیخ حدیث ایسا ملنا تو نہیں ممکن
ڈھونڈے بھی اگر دنیا غباروں میں ستاروں میں
دنیائے شریعت میں دنیائیطریقت میں
مشکل ہے کہ مل جائے گردوں کے کناروں میں
کلمہ بھی رہے پڑھتے ہونٹوں سے وہ آخر تک
اللہ نے دی ان کو یوں موت دلاروں میں
مفتی مظفر کی تا عمر ملی قربت
کیا خوب رفاقت ہے قبروں کے حصاروں میں
مولیٰ تو رحم کرنا آقا تو کرم کرنا
ناصرؔ بھی تو شامل ہے عثماں کے نثاروں میں

قطعہ تاریخ وفات

اے مظاہر! تیرے عثمان غنی
آج جنت میں جاکر سوگئے
سال رحلت واصقیؔ نے یہ کہا
آہ! عاشق زار رخصت ہوگئے

۲ ۰ ۱ ۱

حافظ قاسم الواصفی طاہر پوری

عرض ناشر

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ نے جن حضرات کو بیعت فرمایا ہے یا جن خوش نصیب حضرات کو حضرت والا سے خلعت خلافت حاصل ہوئی ہے، یا جن کے پاس حضرت کی کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تحریر وتقریر موجود ہے تو براہ کرم اس کتاب کے مرتب ''ناصرالدین مظاہری'' تک پہنچا کر حضرت کے کاز اور مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون فرمائیں۔

ان اللّٰہ لایضیع اجر المحسنین

محمد عمران قاسمی
ناظم جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

جامعہ عثمانیہ۔ ایک اپیل

کفر و گمراہی، بدعت و ضلالت، جہل و جہالت اور غریب و نادار مسلمانوں پر مشتمل بہار کے دور افتادہ ضلع بیگوسرائے کے موضع چلمل میں ۲۰۰۸ء کو مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنیؒ نے بنام خدا بنیاد ڈالی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، بانی محترم کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت اور صاحبان خیر و ہمدردان ملت کی خصوصی توجہات و عنایات کے طفیل زمین کی خریداری کا مرحلہ بخیر و خوبی مکمل ہو کر تعمیری کام شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے الحمد للہ تین کشادہ ہال و برآمدہ تعمیر ہو کر طلبۂ کرام کی راحت کا باعث ہوا۔

بانی محترم کی خواہش اور تمنا کے مطابق اس مدرسہ نے غریب مسلم بچوں کی مفت دینی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مبذول کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ میں دور دور تک یہ مدرسہ نیک نامی کے ساتھ حضرات اہل خیر کی توجہات کا سرچشمہ بن گیا اور تعمیر شدہ تینوں ہال کے اوپر دوسری منزل زیر تعمیر ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے بیگوسرائے کے ہمدرد و خیر خواہ جناب ایڈوکیٹ منصور عالم صاحب کو جنہوں نے ایک ہال کا خرچ اپنے ذمہ لے کر مدرسہ اور اہل مدرسہ کے لئے بڑی آسانی فراہم کر دی ہے۔

فی الوقت مدرسہ کا صدر دروازہ، مطبخ، مسجد اور جامعہ سے متصل ایک قطعۂ آراضی کی خریداری بہت ضروری ہے۔

حضرات اہل خیر اس سلسلہ میں خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ یہ صدقۂ جاریہ ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

الداعی: (مولانا) محمد عمران قاسمی

ناظم جامعہ عثمانیہ: چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

جامعہ عثمانیہ ایک نظر میں

نام:	جامعہ عثمانیہ
پتہ:	چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)
سن بناء:	۲۰۰۸ء
بانی:	حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنیؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
کل رقبہ آراضی:	۱۵ ہزار مربع فٹ
سالانہ مصارف:	۳ لاکھ روپے
کل طلبہ:	۲۵۰
کل عملہ:	۸
موجودہ تعمیر:	تین کشادہ ہال و برآمدہ

مستقبل کے اہم تعمیری منصوبے

- کشادہ درسگاہیں
- صدر دروازہ
- مطبخ
- مسجد
- جامعہ سے متصل ایک قطعہ آراضی کی خریداری

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) محمد عمران قاسمی ناظم جامعہ عثمانیہ چلمل ضلع بیگوسرائے (بہار)

اکاؤنٹ پنجاب نیشنل بینک بیگوسرائے 13240001001327280

JAMIA USMANIA

CHILMIL, DISTT. BEGU SARAI (BIHAR) M. 09570860989